٣٣٠ ك ٨٦٤

شمس الهداية في اثبات حياة المسيح

حق کاپی رائٹ محفوظ ہے کوئی صاحب بلا اجازت مولوی محمد غازی کے اس کتاب کے طبع کا قصد نہ کرے

یا اللہ

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

ہذہ العجالۃ من تصنیف زبدۃ المحققین ورئیس العارفین لاحضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب ادام اللہ فیوضہم

٨٦٣٤

المسماۃ بہ

شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح

سنہ ١٣١٧ ہجری

قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

قد انطبع فی المطبع المصطفائی باہتمام حافظ محمد الدین
باجازۃ وتصحیح مولوی غازی فی بلدۃ اللاہور

قال الله سبحانه وتعالى وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما ○

ہذہ العجالہ من تصنیف زبدۃ المحققین و رئیس العارفین مولانا

حضرت خواجہ مہر علی شاہ صاحب ادام اللہ فیوضہم

المسماۃ بہ

شمس الہدایۃ

فی اثبات

حیات المسیح

اس رسالہ میں آیۃ مذکورہ سے مرفوع ہونا مسیح علیہ السلام کا آسمان پر بجسدہ العنصری قطعی طور پر ثابت کیا گیا ہے جس میں بغیر رفع جسمی کے اور کوئی احتمال نہیں بن سکتا اور استشہادات

مرزا صاحب سے بطریق ادب جواب

دیے گئے ہیں

وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی ○

قد طبع فی المطبع المصطفائی باہتمام حافظ محمد الدین باجازۃ و تصحیح مولفہ غازی فی بلدۃ لاہور ۔۔۔ ۱۳۱۷ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَصَحْبِہٖ

امّا بعد حضرات ناظرین پر پوشیدہ نہ رہے کہ آج کل مواد فطرت انسانی تعصب کی ہوا اور جہالت کے بخارات سے متعفن اور گندے ہو رہے ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج قریب ڈوبنے کے آگیا۔ استوار کا زمانہ جس سے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ حکایت ہی ہو رہ گیا بسبب فقدان تقویٰ کے نہ تو اشراق نوری اور انشراح صدری ہے تاکہ وعدہ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کا مستحق ہو کر فارق بین الحق والباطل نصیب ہو۔ اور نہ لیاقت علمی جس کے ذریعہ سے مراد شارع کو سمجھ کر عمل نہ سہی اعتقاد کو تو مطابق ما انا علیہ واصحابی کے درست رکھیں۔ بغیر ظاہر پرستی اور سخن سازی ہوس بازی اور فتنہ پردازی کے اور کچھ نہیں۔ سادہ پنی اور راستی سے جو منجملہ شعائر اسلام و اوضاع صحابہ کرام ہیں۔ نفرت۔ تصنّع اور ناراستی ہوس بازی سے جو از قبیل کمالات تعلیم لندن ہیں۔ محبت۔ معہذا ابنا زمان ہر دو فن مذکورۃ الصدر یعنی اشراق نوری اور لیاقت علمی میں اپنے زعم میں خود ہی یکتائے زمانہ اور متفرد ہیں۔ گو کہ مکاشفات انبیاء عظام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین میں بزعم ان کے غلطی فی الکشف یا فی التعبیر بھی واقع ہو۔ مگر ان حضرات کے معاینات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔۔ ایسا ہی علماء سلف شکر اللہ سعیہم کے اجتہادات اور امت مرحومہ کا اجماع گو کہ لن تجتمع امتی علی الضلالۃ بھی اس کی شان میں وارد ہو تاہم یہ سب ان کے نزدیک نادانوں کے

خیالات اور کورانہ اجماع جنکو سوائے عرب اونٹ چرانے والوں کے العیاذ باللہ کوئی فرقہ مہذبین یعنی تعلیم یافتگان لندن سے تسلیم نہ کرے۔ صـــ ۲۶۸ ازالہ اوہام۔ کوئی وجہ اونکی صحت کے لئے نہیں۔ اِلّا درصورتیکہ اِن حضرات کی رائے اور استنباط پر منطبق کئے جائیں۔ دیکھو ازالہ اوہام وایام الصلح۔ اللھم اصلح امۃ محمد صلعم وارحم امۃ محمد صلعم علماء زمان عرصہ سے اس ہیچمدان خوشہ چین علماء کرام کو بھی ایسے حقائق و معارف سے جو تالیفات مرزا صاحب مثل ازالہ اوہام اور دافع الوساوس و ایام الصلح میں مندرج ہیں مطلع فرماتے تھے۔ راقم الحروف اونکو لعن و طعن سے بخیال اِس کے کہ خلاف شعائر اسلام ہے اور عکس ارشاد مشائخ بھی رضی اللہ عنہم اجمعین روکتا رہا۔ آخر الامر جب نوبت یہانتک پہونچی کہ ہر محفل میں اظہار حقیت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تجہیل بلکہ تکفیر علماء کرام کی جنکا اِعتقاد مطابق سلف رضہ کے تہا ہونے لگی۔ تو اس اثناء میں چند احباب نے مجھے کچھ مضامین مرزا صاحب کی تالیفات کے سُنائے۔ گو کہ میں بھی ابناء زمان کی طرح بسبب کم علمی اور محروم ہونے اشراق نوری سے قابل اِس امر کے نہ تہا کہ ناظرین کو آج کل کے دہوکوں سے بچاؤں مگر تحقیر اور تجہیل سلف و مشائخ زمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سُننے کی برداشت مجھہ سے نہو سکی اور عقیدہ حقہ کا یوماً فیوماً اضمحلال گوارا نہ کرسکا۔ لہذا یہ چند مضامین متعلق آیات رفع و احادیث نزول محض حسبتہً للہ بغیر اِس کے کہ محرک اِس کا عناد یا حسد یا بغض کسی مسلمان بہائی سے ہو۔ حسب رائے ناقص کے لکھے گئے تاکہ ابناء زمان اتنی جرءت سے باز آئیں۔ اور معانی جو مراد ہیں آیات اور احادیث سے اُنکو واضح ہوجائیں۔ اور چند اعتراضات ابلہ فریب سے جو باستشہاد آیات و احادیث ازالہ اوہام وغیرہ وغیرہ میں مذکور ہیں خوف کہا کر عقیدہ اجماعِ اہل اسلام سے انحراف کیا بلکہ آئیت اور احادیث کو کچھہ اور ہی سمجھہ لیویں۔ کیونکہ اصول اُن کے ایسے ہیں جو عنقریب بلحاظ تعلیم یافتگان لندن باقی آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ علے صاحبہا الصلوۃ والسّلام کو بھی ہاتھہ ڈالیں گے۔ آج کل کے اردو خوانوں اور رسمی مولویوں فاضلوں کا قصور نہیں اُن بیچاروں کو جب مثلاً کہا جائے بتاؤ یہاں آئیۃ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ÷ اور ایسے ہی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم جس

قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اُس میں موجود ہے یا نہیں ۔ اور لفظ توفی کا تیئیس ۲۳ جگہ قرآن
کریم میں معنے موت ہی میں مستعمل ہے ۔ اور افقہ الناس عبداللہ ابن عباس نے بھی یہی معنے لیا
بخاری ۔ اور عباسی ۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ ۔ تو حسب قولہ تعالےٰ یٰعیسیٰ انی متوفیک
ورافعک الی ۔ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے فلما توفیتنی الخ تحقق موت عیسیٰ بن مریم
اور رفع روحانی کا ہوچکا ۔ اور آیۃ قیل ادخل الجنۃ ۔ اور ایسے ہی فادخلی فی عبادی وادخلی
جنتی ۔ اور ایسے ہی احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواح مقربین بعد الوفات
جنت میں داخل ہوجاتے ہیں ۔ اور بعد دخول جنت کے پھر نکلنا اُس سے بحکم آیتہ وما ہم منہا
بمخرجین کے ناممکن اور مستلزم ہے ۔ وقوع کذب کو آیتہ مذکورہ میں ۔ ایک فلما توفیتنی کیا
بلکہ آیتہ ۔ قد خلت من قبلہ الرسل ۔ اور انک میت وانہم میتون ۔ اور اموات
غیر احیاء بتمامہا ۔ اور خاتم النبیین ۔ اور ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق ۔ اور الیوم
اکملت لکم دینکم ۔ اور فیہا تحیون وفیہا تموتون ۔ اور ولکم فی الارض مستقر
ومتاع الی حین ۔ اور کانا یاکلان الطعام ۔ اور واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما
دمت حیا ۔ اور قل سبحان ربی ہل کنت الا بشراً رسولا ۔ اور ہل ینظرون الا
ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر ۔ اور ہل ینظرون الا
ان تاتیہم الملئکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض ایات ربک یوم یاتی بعض ایات ربک
لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا ۔ وقالوا لولا
انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون ۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ
رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون ۔ اور حدیث صحیح کما قال العبد الصالح ۔ اور حدیث
صحیح لا یاتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم ۔ یہ سب آیات اور احادیث
صحیحہ باواز بلند موت ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے خبر دے رہی ہیں ۔ علاوہ
اس کے عقل انسانی ۔ اور قصہ عود ایلیا یہی جو انجیل میں مذکور ہے ۔ صعود اور نزول مسیح سے
بعینہ بجسدہ العنصری منکر ہیں ۔ احادیث نزول ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ منجملہ مکاشفات
نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ہیں ۔ اور کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت صلعم کے عورت

پراگندہ بالوں والی کو کہ گرد اگرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے
بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اور ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جیساکہ خواب میں
آنحضرت صلعم نے اُس عورت کو دیکھا اور تعبیر اُس کی وبا، مدینہ طیبہ سے زادہا اللہ شرفاً فرمائی
معہذا تعبیر میں وقوع خطا بھی ممکن ہے جیساکہ خواب میں آپنے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ
کو زادہا اللہ تکریما جانا ہوگا۔ اور بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں
تخصیص امسال کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات اور حدیث صحیحہ متذکرہ بالا باعث شدید ہیں
مُاول ٹھہرانے پر احادیث نزول مسیح وخروج دجال وغیرہ کی۔ کیا معنے احادیث نزول سے
مراد ظہور اُس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا۔ جیساکہ مراد ایلیا کی دوبارہ آنے سے مثیل
ایلیا یعنی ظہور یحییٰ کا بشہادت مسیح ابن مریم کے تہا۔ وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے
میں ہوں۔ یعنی مرزا صاحب۔ کیونکہ الہام منجملہ براھین قاطعہ اور حجج ساطعہ کے ہے۔ فتوحات
مکیہ۔ اور میزان عبدالوہاب شعرانی وغیرہ۔ بعد استماع اس کے بالضرور اردخوان اور نام کا
مولوی تقریر مذکور کو جس کی بناء کی تشییدا ور ترصیص کتاب اللہ اور سنت اور انجیل اور عقل
سے ہو چکی ہے۔ لامحالہ طوعاً وکرہاً مسلّم اور قبول کرے گا۔ نہ کرے تو کیا کرے۔
قرآن اور حدیث سے کیسے منکر ہو۔ لہذا یہ خزف ریزہ چند ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ اس
تقریر کے دہوکھے میں نہ آجائیں۔ اور اُسی ہیٹے پاٹے ہوئے راستہ پر چلیں جو مراد ہے اس
حدیث سے لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بامرین کتاب اللہ و سنۃ نبیہ۔
موطا امام مالک۔ اور قسمیہ کہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا حسد یا عناد باعث
تحریر اس رسالہ کا نہیں ہوا۔ بالتخصیص اگرچہ مرزا صاحب عرصہ سے اُن مشائخ عظام کو
جنکے ساتھ یہ بےہیچ بھی الحب فی اللہ کا تعلق رکھتا ہے۔ بآواز بلند اپنی تالیفات میں
القاب مکروہہ سے پکار رہے تھے۔ اِس وجہ سے جناب موصوف کو کچھ اگر لکھا بھی
جاتا تو بمقابلہ آپ کی اُس جرأت کے محل شکایت اور موجب گستاخی میں شمار نہ ہوتا۔ مگر تاہم
بخیال اس کے کہ الحمد للہ کوئی شخص اہل اسلام میں سے بمقابلہ اعداء دین ہنود اور نصاریٰ کے
کھڑا ہوا ہے گو کہ ہم کو بُرا ہی کہے۔ ہم نے کچھ نہیں کہا بلکہ لعن وطعن والوں کو بھی کسی نہ کسی وجہ سے

روکنا ہی چاہا۔ ہم تو خود قائل ہیں۔ بیت۔ بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند۔ تو برون در چہ
کردی کہ درون در درآئی۔ اور خاموشی بمقابلہ ہتک مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کے اس وجہ سے نہ تھی کہ اُس کے سننے کو ہم مکروہ اور موذی نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ موجب
اُس کا اتباع مشائخ عظام ہی تھا۔ جو فی الحقیقت اتباع ہے سید الاولین والآخرین
صلعم کا۔ سلطان المشائخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعن سائر المشائخ کا مقولہ ہے بیت
آنہا کہ بجائے من بدیہا کردند۔ گر دست رسد بجز نکوئی نہ کنم۔ مرزا صاحب ایام الصلح کے
صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں۔ این وقت زیر سقف نیلگون ہیچ متنفس قدرت ندارد و لاف برابری
با من زند۔ من آشکار میگویم و ہرگز باک ندارم۔ اے اہلی اسلام در میان شما جماعتی ہستند
کہ گردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت برمی فرازند۔ و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین
نگذارند و گروہی اند کہ دم بلند از خدا شناسی زنند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و
سہروردی و چہا و چہا گویند این جملہ طوائف را نزد من بیارید۔ الخ۔ آپ نے بجا فرمایا وہ
لوگ چونکہ مفسر اور محدث اور خدا شناس ہیں تو پھر کیسی لاف زنی اور گردن فرازی اُنسے
ظاہر ہو۔ بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں آپکو بھی اللہ تعالےٰ ایسی لافوں سے بچاوے اور
فوق کل ذی علم علیم اور بلّی عبدنا خضر کیطرف توجہ دلائے۔ بیت۔ خاکسارانِ
جہاں را بحقارت منگر۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد۔ بخدائے لایزال ولم یزل
اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور مستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالات
باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوس مطہرہ سے صبغۃ اللہ کی رنگت اور
کنت سمعہ بی یسمع و بصرہ بی یبصر کا تماشا دکھلا رہے تھے۔ مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور
ہوش در دم سے گردن اُٹھا کر کسی طرح کا دعویٰ یا لاف زنی کریں۔ اِس گستاخی کے
بعد معروض خدمت ہے کہ طالب عرفان کو خصوصیت چہا و چہا سے کیا غرض۔ حصول
مطلب چاہئے۔ جس سے ہو آپ ہی معنے کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے
فقط ظاہری طور پر فرمادیویں۔ محاورہ قرآن کریم میں لفظ الٰہ کا درحالت اتصاف بالوحدۃ
مثل الٰہ واحد کے اور ایسا ہی وقت اضافت کے موحدین کیطرف مثل الٰہکم

واِلٰہ آبائکم مراد اُس سے معبود حقیقی ہوتا ہے۔ اور وقت استغراق کے مثل وما لکم من اِلٰہٍ غیرہ۔ اور جنسیت کے مثل لو کان آلھۃ کلا ءِ الھۃ ما وردوھا اور ایسا ہی وقت اضافت کے مشرکین کیطرف مراد اُس سے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ بناءً علیہ لفظ الٰہ جو لا الٰہ الا اللہ میں واقع ہے۔ مراد اُس سے الٰہہ ممکنہ ہوں گے اور نیز تقریب بھی اسیصورت میں تام ہوتی ہے کیونکہ براہین خمسہ میں مراد الٰہہ سے اصنام ہی ہیں۔ مثلاً لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ بعد تعیین ارادۂ اصنام کے الٰہ سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع کذب کو العیاذ باللہ۔ اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگا کوئی فرد افراد معبودات ممکنہ سے یعنی اصنام وکواکب وغیرہ۔ ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلاء صفاتی بعضہا علےٰ بعض جیسا کہ منافی للوجوب بر تقدیر وحدت وجوب نہیں ایسا ہی بر تقدیر تعدد جب بھی نہوگا۔ بناءً علیہ اگر ارادہ استحقاق للعبادۃ کا حقیقی طور پر جو مساوق للوجوب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لما کانتا یا لفسدتا کو نہیں ہو سکتا۔ اور ازلیت امکان عام چونکہ مستلزم ہے امکان عام ازلیت کو بادۂ وجوب میں۔ لہٰذا ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی۔ یعنی لا الٰہ موجود بالضرورۃ کی العیاذ باللہ صادق ہوگا۔ الغرض تقدیر ممکن یا موجود یا مستحق زعمی کی مستلزم ہے۔ وقوع کذب کو مدعیٰ میں۔ اور ارادہ استحقاق واقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو۔ اس تقریر سے ناظر زکی پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ جواب تفتازانی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا رفع دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اس کا حسب محاورہ قرآنیہ چاہئے۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ فرق کرنا تفاوت فیمابین الذوات اور تفاوت فیمابین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب بر تقدیر انتزاعیہ صفات مفید نہوگا جیسا کہ وجوب بالذات اور بالغیر میں کیونکہ یہ مجوز ہے سلب صفات کو ذات بر تقدیر الضامیت ادعے واجبیہ سے فی مرتبۃ من المراتب۔ ایسی گفتگو کہ جس سے خود نمائی کی بو آئے۔ شان عیسویت اور وضع مہدویت کو ہرگز شایان نہیں۔ حضرات ناظرین پر مخفی نرہے کہ دوبارہ متوجہ ہونا اِس بیہیچ کا اِس امر غیر معتاد کی طرف جس کو آج کل بڑا کمال سمجھا جاتا ہے مشروط ہے

انتزاعیہ صفات

نقل صح ...

بایں شرط کہ اگر کوئی صاحب برخلاف مضامین مسطورہ رسالہ ہٰذا کے اپنے مسلک کو یا تو تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر کے جنمیں روایات صحابہ کرام رضہ بالاسناد مذکور ہوں۔ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے۔ اور یا فقط قرآن کریم سے حسب استنباط اپنے کے مدعیٰ کو مدلل کرے۔ جس کو علما ثقات فصحا و بلغا قبول فرمائیں۔ نہ کہ مثل ازالہ اور ایام الصلح وغیرہ وغیرہ کے جنکی نقل اور استنباط دونوں میں غلطی اور سقم ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ۔ اللھم اصلح امۃ محمد صلعم۔ اللھم افرج عن امۃ محمد صلعم واغفر امۃ محمد صلعم۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ہ وصل وسلم علی المظہر الاتم لاسمک الاعظم سید الاولین والاخرین سیدنا ابی القاسم صلعم واٰلہ وعترتہ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

سوال کیا ہے عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام کا دربارہ مرفوع ہونے یعنی اٹھایا جانے مسیح بن مریم کے آسمان پر۔ **جواب** کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری مانتے ہیں الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں مگر نزول مسیح پر سب ہی اتفاق رکھتے ہیں۔ **سوال** یہ عقیدہ محض اجماع کورانہ اور لا اصل لہ ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے یا کوئی دستاویز قرآن اور حدیث سے بھی رکھتا ہے۔ **جواب** آیۃ کریمہ وما قتلوہ یقینا ہ بل رفعہ اللہ الیہ نص صریح ہے رفع جسمی میں۔ **سوال** بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع روحانی مراد ہے بشہادۃ محاورہ قرآنیہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ **جواب** کلمہ بل آیۃ مذکورہ میں جسکا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے ابطال ماقبل کے لئے ہے۔ یعنی اللہ تعالے زعم یہود کو جو عیسیٰ بن مریم کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے۔ اور ماقبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں۔ یعنی دونوں معاً

فائدہ جلیلہ

قولہ تعالیٰ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ ۔ منجملہ اقسام قصر الموصوف علی الصفۃ کی ایک قسم ہے یعنی قصر قلب ۔ کلمۂ بل کا مفرد میں اضراب یعنی اعراض کے لئے ہوتا ہے ۔ اگر بعد امر یا اثبات کے واقع ہو تو اثبات حکم کا مابعد کے لئے کریگا اور معطوف علیہ کو کالمسکوت عنہ کردیگا ۔ اور بعد نفی یا نہی کے حکم اول یعنی نفی یا نہی کو برحال خود رکھے گا ۔ اور ضد اُس حکم کی مابعد کے لئے ثابت کریگا ۔ قام زید بل عمرو ۔ لیقم بکر بل خالد ۔ ع ۔ لم اکن فی مربع بل تیہا ۔ لا تضرب زیدا بل عمروا ۔ اور جس صورت میں مابعد بل کے جملہ ہو تو ابطال جملہ اولیٰ اور اثبات جملہ ثانیہ کے لئے ہوگا ۔ قولہ تعالیٰ بل عباد مکرمون ۔ یا انتقال من غرض الیٰ غرض آخر پر دال ہوگا ۔ قولہ تعالیٰ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا ۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بل دونوں صورتوں یعنی مفرد وجملہ میں عطف کے لئے ہوتا ہے بنا بر تحقیق اور مشہور عند النحاۃ عاطفہ ہونا اُس کا مختص بالمفرد ہی ہے یعنی جس صورت میں کہ بعد اُس کے مفرد واقع ہو ۔ اور جملہ میں حرف ابتداء کا ہوگا ۔ بنا بر مشہور بل مشترک ٹھیرا عطف اور ابتدا میں ۔ اور ظاہر ہے ذکی ماہر پر کہ عدم اشتراک صحیح ہے بنسبت اشتراک کے ۔ فقط بودے لوگ سرسری جو امتیاز درمیان معنی وضعی اور اُس کے افراد میں نہیں کرسکتے جب استعمال لفظ کا افراد میں بھی معنی وضعی مطلق کیطرح پاتے ہیں تو اُن کو دھوکہا اشتراک اللفظ بین المطلق والافراد کا لگ جاتا ہے ۔ بلکہ فرد معین ہی کو بلحاظ کثرت استعمال کے موضوع لہ سمجھ لیتے ہیں جیسا کہ آجکل اردو خوانوں کو لفظ توفی میں دھوکہا لگا ہوا ہے بیان اُس کا عنقریب آئیگا ۔ کلمہ بل کا موضوع لہ فقط اعراض ہے ۔ پہلے کا مسکوت عنہ کرنا یا تقریر اُس کی علیٰ ہذا القیاس ۔ ابطال ذات پہلے کی یا انتقال غرض سے یہ سب انواع ہیں اعراض کے لئے جو معنی وضعی ہے ۱۲ بحر العلوم مسلم الثبوت الغرض کلمۂ بل کا بنا بر تحقیق ہذا آیۃ مذکورہ میں حرف عطف ٹھیرا ابطال جملہ اولیٰ یعنی قتلوہ کے لئے اور منجملہ طرق قصر کے قصر بالعطف بھی ہے جس میں متکلم پر واجب ہے کہ نص علی المثبت والمنفی کرے کیونکہ مطلق کلام قصری کو متکلم تمیز بین الخطاء والصواب کیلئے بولتا ہے تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خلط بین الصواب والخطاء ہے نکل جاوے اور بالخصوص قصر بالعطف میں کسی طرح ترک کرنا تصریح کا جائز نہیں ۔ ماتحن فیہ میں یہود کا افتراء دو وجہ سے تھا ۔ ایک مسیح کا بذریعۂ صلیب کے مقتول کہنا دوسرا اس مقتولیت کو محقق بولنا یعنی انا قتلنا سے تعبیر تاکیدی کرنی ۔ وجہ اول کو متکلم

بلیغ نے وما قتلوہ وما صلبوہ سے رد کیا دوسرے کو ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے اب اگر بل رفعہ اللہ
الیہ کو کنایہ اعزاز واکرام سے کہا جاوے جیسا کہ مرزا صاحب ورافعک الی میں فرماتے ہیں تو بمقتضائے
قصر قلب کے چاہیئے کہ مابعد بل یعنی اعزاز اور ماقبل اُس کا یعنی مقتولیت مجتمع نہ ہوں مع آنکہ مقتول
مؤمنین میں سے ظلماً اعلیٰ درجہ کا معزز ومکرم عند اللہ ہوتا ہے۔ قصر قلب میں اگرچہ تنافی بین الوصفین
بنابر تحقیق ضروری نہیں۔ مگر احد الوصفین کا ملزوم ہونا دوسری وصف کیلئے نہایت ہی ضروری ہے تا کہ
مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے متصور ہو۔ اور اگر مراد رفع سے موت طبعی بعد واقعہ صلیب بعد عرصہ
دراز مثل مزعوم جناب مرزا صاحب کے لی جاوے تو بحسب مضمون بالا کے تصریح بہ بل لغی حیا ثم توفاہ اللہ و
رفعہ الیہ کی ضروری ہے ورنہ فصاحت اور بلاغت قرآن کریم میں جو اعلیٰ وجوہ اعجاز اُس کے سے ہیں خلل
واقع ہوگا متکلم بلیغ کے شان سے بالکل بعید ہے کہ مقتضائے مقام یعنی تمیز ضروری کو چھوڑ کر نہایت برا
ایسی کلام بولے جس کا معنی بحسب التبادر مخالف معنی مراد کے ہو۔ کیونکہ بل رفعہ اللہ الیہ سے تحقق رفع در وقت
واقعہ صلیب یا قبل اُس کے بحسب محاورہ قرآنیہ وغیرہ مفہوم ہوتا ہے دیکھو بل جاءھم الحق کو جو بعد
ام یقولون به جنة کے واقع ہے۔ اور ارادہ موت طبعی کا رفعہ اللہ الیہ سے مع زعم تحقق اُس کے قبل
از واقعہ صلیب مستلزم ہے وقوع کذب کو کلام الٰہی میں العیاذ باللہ لانتفاء المحکی عنہ بعد از قطع احتمالات
مذکورہ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ کی محکم ٹھہری۔ رفع جسمی مسیح میں لہٰذا اہل لسان اور محاورہ دان صحابہ اور سلف
سے رضوان اللہ علیہم اجمعین رفع جسمی کو آیۃ ہذہ سے ایسے سمجھے ہوئے تھے کہ کسی سے اس آیۃ کے
معنے میں اختلاف مروی نہیں۔ اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ محکم ہے رفع جسمی میں تو مخصص ہوگی واسطے اُن
آیات اور احادیث کے جو باعتبار عموم آخر کے دال ہیں وفات مسیح پر مثل قد خلت من قبلہ الرسل اور ما من
نفس منفوسۃ الخ وغیرہ وغیرہ اور یہی آیۃ قرینہ صارفہ ہے ارادہ کرنے معنی موت کیلئے توفیتنی سے اور متوفیک کے تقدیر
عدم تقدیم وتاخیر کے اور یہی آیۃ باواز بلند کہہ رہی ہے کہ شہیداً ما دمت فیہم میں حیاً ملحوظ نہیں ہے اور
یہی آیۃ قرینہ حدیث فاقول کما قال العبد الصالح الخ میں فلما توفیتنی سے معنی غیر موت کا لینے کے اور
یہی آیۃ قرینہ ہے حدیث لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین الخ میں بر تقدیر صحت کے حیات سے حیات فی الارض مراد
لینے کی۔ اور یہی آیۃ بعد از قطع احتمالات مذکورہ کے استبعاد عقل انسانی کو جو دربارہ مرفوع ہونے جسم
مسیح کے بجسدہ العنصری آسمان پر تھا زائل کر رہی ہے۔ ہذہ الآیۃ تکفی جواباً لجمیع السوالات عن ان اجبنا کل

متحقق نہیں ہوتے - محاورۂ قرآن کریم اور عُرف بغیر تخصیص بلغتہٖ دون لغتہٖ اس پر شاہد ہیں - وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون ٥ ولدیت اور عبودیت متنافی ہیں تحقق میں - ام یقولون بہٖ جنۃ بل جاءھم بالحق - مجنونیت اور اتیان بالحق یعنی منجانب اللہ حق کو عباد کیطرف لانا متضاد ہیں - زید کو میں نے مارا نہیں بلکہ اُس کو عزت دی - عمرو کو میں نے بہوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بہر کے کھلایا مارنا اور عزت دینی الیسا ہی بہوک اور سیری باہم متضاد ہیں - بعد تمہید ہذا آئیت وماقتلوہ یقینا ٥ بل رفعہ اللہ الیہ میں بھی حسب مقتضی کلمہ بل مقتولیت اور مرفوعیت یعنی مسیح کے مارے جانے اور اُٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقق چاہئے - اور ظاہر ہے کہ مابین مارے جانے اور اُٹھائے جانے روح کے آسمان کیطرف کچھ منافات نہیں - دونوں امر معًا پائے جاتے ہیں - مقربین میں سے جو قتل کیا جاتا ہے اُن کی روح بھی عالم علوی کو اُٹھائی جاتی ہیں - اب بالضرور رفع جسمانی لینا پڑے گا - کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے - اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ میں مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کیطرف مرفوع نہوا اور اگر مسیح بجسدہ العنصری بحفظ وامان اُٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہوسکتے - اور یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ رفعہ اللہ میں رفع جو صیغہ ماضی ہے اُس کی ماضویت کِسکی نسبت ہو - اِس کا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبل بل کے ہے جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا - قتلوہ اِس امر کو ہم قرآنی شہادت سے ثابت کرتے ہیں -

ام یقولون بہ جنۃ

دیکھو بل جاءھم بالحق - لانا آیات قرآنی منجانب اللہ پہلے ہوا - بعد ازاں نسبت جنون کی کفار نے آپکی طرف کی - اب بل رفعہ اللہ سے ثابت ہوا کہ تحقق رفع قبل از تحقق قتل زعمی یہود کے ہوا ہے - یعنی پہلے جسم مسیح بحفظ وامان آسمان کیطرف اٹھایا گیا - بعد ازاں یہود نے انکی شبیہ کو قتل کیا اور بل رفعہ اللہ الیہ کو قیاس یا ایتہا النفس المطمئنۃ پر کرنا بیجا ہے - کیونکہ اُس میں خطاب نفس کیطرف ہے نہ جسم مع الروح کو بخلاف بل رفعہ اللہ الیہ کے - کہ مرجع ضمیر منصوب متصل کا یعنی رفعہ میں جو ضمیر ہے وہ ہی

مرجع ہے جو ماقبل اس کے ماقتلوہ وماصلبوہ کے لئے ہے یعنی جسم مع الروح -
یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اصل واقعہ میں یا اُس کے علم میں تغیر کا ہونا اس امر کو نہایت مدخل ہے
کلام کی حقیقت یا مجاز ہونے میں ایک ہی کلام کبھی حقیقت ہوتی ہے معنے مراد میں جب
اصل واقعہ اعتقاداً یا بحسب نفس الامر ایک طرح ٹھہرایا جائے اور اُسی کلام کو بعینہٖ افراد
مجاز میں سے شمار کیا جاتا ہے جس حالت میں کہ اصل واقعہ دگرگوں قرار دیا جائے ۔ مثلاً
انبت الربیع البقل یعنی موسم ربیع نے ترکاری اُگائی ۔ جس حالت میں کہ قائل اُسکا مومن ہو
مجاز ہوگا کیونکہ وہ اسناد ہے الی غیر ما ہو لہ عند المتکلم ۔ اور یہی قول حقیقت کی امثلہ میں شمار
کیا جائیگا ۔ جب کہ قائل اس کا جاہل ہو یعنی وہ شخص جس کے اعتقاد میں فی الواقع اوگانے
والی موسم ربیع ہے ۔ کیونکہ حسب اعتقاد اُس کے اسناد فعل کی الی ما ہو لہٗ اس کلام میں
واقع ہے ۔ اقسام اس بحث کے بہت ہیں ناظرین کی ملالت اور تشویش کے باعث
سے اِسی پر اکتفا کیجاتی ہے ۔ ایسا ہی کشف فلان عن ساقہ ۔ فلانے نے پنڈلی اپنی سے
پردہ اُٹھایا ۔ جس حالت میں کہ فلانے نے فی الواقع اپنی ساق کو بروقت گذرنے کے
پانی سے یا کسی اور تقریب سے برہنہ کیا ۔ یہ کلام حقیقت ہوگی ۔ یعنی لفظ کشف اور ساق
اپنے اپنے معنے حقیقی میں مستعمل ہوں گے ۔ اور درحالیکہ فلانے نے پنڈلی کو برہنہ نہیں کیا
بلکہ کسی کام کی تیاری میں مصروف ہو رہا ہے ۔ اُس وقت یہی کلام کشف فلانٌ عن ساقہٖ
کنایہ ہوگی مستعد ہونے سے اُس کام پر ۔ اب اگر کوئی ظاہربین اردوخوان نام کا مولوی
کسی کتاب میں دوسرے معنے کو جو حسب محاورہ ہے معنے کنائی اور کلام مذکور کو کنایہ لکھا
ہوا دیکھکر منحصر ہونا اس کلام کا معنے استعدادی میں بشہادت محاورہ سمجھ لے ۔ تو منشاء
اس کا بجز جہالت اور کیا ہے ۔ لفظ رفع کا صلہ جب الی واقعہ ہو تو بہرحال اس کو اسی
معنے میں یعنی کسیکو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا اور مرتبہ دینا) منحصر سمجھنا بشہادت محاورہ
جس کو اہل لغت نے بھی بیان کیا ہے اسی قبیل سے ہے جو بیان کرچکا ہوں یعنی جہالت
ہے ۔ حدیث شریف میں بھی محاورہ فرفعہ الی یدہ اے رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس
فیفطرون ۔ مجمع البحار ۔ رفع حسی میں وارد ہے بغیر رفع منزلت کے ۔ ایسا ہی یرفع الحدیث

الی عثمان اور یرفعہ الی النبی صلعم - اور ایسا ہی یرُفع الیہ عمل اللیل قبل عمل النہار
لے الی خزائنہ لیضبط الیٰ یوم الجزاء - مجمع البحار - ان سب میں یہی محاورہ اٹھانے چیز
میں بعینہ جوہر ہو یا عرض مدخول الی کیطرف مستعمل ہے بغیر ارادہ رفع مرتبہ کے - مانحن فیہ
میں حسب اثر صحیح ابن عباسؓ وغیرہ کا دربارہ مرفوع ہونے مسیح کے اور نص بل رفعہ اللہ الیہ کی جو کئی وجوہ سے
شہادت رفع جسمی صحیح ہی ہی جو عنقریب بیان ہوگی - تو پھر اصل واقعہ کو خیال نہ کرنا اور رفع کو فقط رفع
بحسب المرتبہ میں منحصر سمجھ لینا خطا در خطا ہے - ایک تو صاحب صراح وغیرہ کی غرض نہ سمجھی
انہوں نے تو استعمال رفع کا درحالت صلہ واقع ہونے الی کے - معنے رفع منزلت
اور علو قدر میں ذکر کیا یعنی لفظ رفع کا اس حالت میں معنی مذکور میں استعمال آتا ہے - یعنی
بشرط مطابقت اصل واقعہ اور ارادہ اس معنے کے نہ یہ کہ جہاں رفع کا صلہ الی ہو بالضرور
رفع منزلت بغیر رفع جسمی کے مدلول لفظ رفع کا ہوگا اگرچہ ارادہ متکلم کا ادا کرنے معنی
رفع جسمی کا بعبارت مذکورہ ہی ہو - کشف عن الساق کو جو کنایہ بحسب محاورہ تیار ہونے
سے ٹھہراتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی وقت معنے حقیقی پر دال نہ ہوگا - الغرض
صلہ الی قرینہ صارفہ ارادہ معنی رفع جسمی سے نہیں - بلکہ مجوزہ ہے ارادہ معنی رفع منزلت
کے لئے ہر وقت موجود ہونے قرینہ صارفہ کے - یعنی لفظ رفع سے مراد رفع بحسب المرتبہ
نہوگا - مگر اسی صورت میں کہ صلہ اُس کا کلمہ الی واقع ہو نہ بالعکس یعنی یہ نہیں کہ جس جگہ صلہ
اُس کا الی ہو اوس جگہ بغیر اوس رفع منزلت کے رفع جسمی پر دال نہ ہوگا - مطلقہ عامہ کو محصورہ
کلیہ سمجھ لیا - دوسری خطا یہ ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں تباین کلی اور منافاۃ
فے التحقق سمجھ لی - حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر باولیٰ
اور بالاحسن معلوم ہوتا ہے - اس تحقیق سے ناظرین کو اچھی طرح پر مرزا صاحب اور اونکے
مخلصین کا دہوکہ کہانا معلوم ہو سکتا ہے - القول الجمیل لتصدیق المثیل کے صفحہ ۵۹ اور صفحہ ۶۰
کو ملاحظہ کریں - مرزا صاحب اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ قرآن یا حدیث میں لفظ
سماجس کا معنی آسمان ہے متعلق رفع اور نزول مسیح ..... کے نہیں آیا یعنے رفعہ اللہ
علی السماء اور نیزل من السماء - بہلا صاحب یہ تو فرمائیے کہ بل رفعہ اللہ الیہ جس کا مدلول

خدا کیطرف مرفوع ہونا ہے رفع روحانی ہی سہی کس طرح متحقق ہوگا - اور ایسا ہی ارجعی
الیٰ ربک - . . . . . . اپنے رب کیطرف رجوع نفس کی کیا صورت ہوگی - اور
الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ - میں چڑھ جانا کلمات طیبہ کا اور
عمل صالح کا مرفوع ہونا خدا کی طرف کیسی ہوگا - یہی تو فرماویں گے جیسا احادیث میں
وارد ہے کہ خدا کیطرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا اُسکی یہی صورت ہے کہ آسمان کو جو محل ہے
عباد مکرمین کا - قرارگاہ اُن کی بنائی جائے - نہ کہ سوائے آسمان کے زمین میں یا آسمان
اور زمین دونوں سے باہر رکھدیا جائے - ایسا ہی رفع جسمی کی صورت میں بھی لفظ
الیہ کا ملاحظہ فرماکر سماء کو مذکور سمجھیں - پس رفع الی اللہ اور رفع علی السماء، ایسا ہی رجوع
الی الرب اور صعود علی السماء، متساوق فی المعنی ہیں - احادیث میں تو صراحتہً بھی آگیا ہے
رسالہ فارسی کے اخیر اور اس میں عنقریب ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں - آیۃ مذکورہ یعنی بل رفعہ اللہ
الیہ - جیسا کہ اثبات رفع جسمی مسیح اور ابطال افتراء یہود کہ انا قتلنا المسیح بن مریم الخ
کہتے تھے - اور تردید عقیدۂ نصاریٰ باتباع یہود فرما رہی ہے ایسا ہی تکذیب عقیدہ فرقۂ
نیچریہ اور مرزائیہ کی بشہادت سیاق و آثار صحابہ و احادیث صحیحہ کر رہی ہے - احادیث صحیحہ
کے نام لینے میں میں بھول گیا ہوں حضرت سائل تحقیق اور استفسار سے ہی نہ رہ جائیں
کیونکہ اُنکی اصول موضوعہ میں سے تقابل قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے - اِس مغالطہ
سے بڑے کام نکلتے ہیں جب عوام کالانعام سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ سیال
خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی ناچار مخاطبین حسب لیاقت اپنی کے
یہی بول اُٹھتے ہیں کہ خدا کی کلام اور بندہ کی کلام میں اتنا فرق ہے جس قدر دونوں متکلموں کا
آپس میں یعنی خدا عزوجل اور بندہ میں - خدا خدا اور بندہ بندہ - یہ کوئی نہیں کہتا اجی
حضرت آپ سوال تقدیم و تاخیر من حیث العظمۃ والمنزلۃ سے فرما رہے ہیں یا من حیث
التفصیل والبیان سے - اگر من حیث العظمۃ ہے تو سب اہل اسلام کلام الٰہی کو زائد العظمۃ
مانتے ہیں لہذا نماز کا رکن کلام الٰہی ہو سکتی ہے نہ حدیث اور اگر بجہت تفصیل و تشریح
فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے کیا معنی پہلے مضمون تفصیلی حدیث شریف

ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمال آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحت میں غور کرنی نہایت ضروری ہے۔ اُس رحمۃ للعٰلمین صلعم خاتم النبین صلعم کو حکیم مطلق لاتدرکہ الابصار نے اِسی لئے برزخ مابین اپنے اور ہمارے قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مونہہ مبارک سے بہ تشریح سُن لیویں کیونکہ جیسا کہ قولہ تعالیٰ انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا۔ اور انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما۔ اور وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لہم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یؤمنون۔ اور وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم ولعلہم یتفکرون۔ اور حدیث شریف الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ یعنی السنۃ اُسی برزخ سے مخصوص ہے۔ ایسا ہی ذمہ برداری ان علینا جمعہ وقراٰنہ ثم ان علینا بیانہ۔ اُسی کو شایان فسبحان من خلقہ واجملہ واکملہ وعلمہ وادبہ فاحسن تادیبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرقہ مرزائیہ عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے یعنے صلیب پر چڑھانے کے یہود اور نصاریٰ کی طرح معتقد ہیں۔ فقط صلیب پر مرجانے میں باہم مختلف۔ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے۔ اور مرزائیہ صلیب سے زندہ اتار کر بعد ۸۷ سال کے کشمیر خاص سری نگر میں دفن کرتے ہیں۔ ایام الصلح صـــ۱۱۲ ۔ اِس کا بطلان بل رفعہ اللہ کی ماضویت سے بہ نسبت ماقبل بل یعنی ما قتلوہ وما صلبوہ کے ثابت کی گئی ہے۔ بخوبی ناظرین معلوم کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مراد ماقبل بل سے نفس قتل اور صلب ہے۔ قطع نظر منفی ہونے اُس کے سے کیونکہ نفی حکایت میں ہے نہ محکی عنہ میں۔ اس تقریر سے جو صراحۃً نظم قرآنی سے سمجھی جاتی ہے۔ ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب اور مرزا صاحب اور مصنف تفسیر حضرت شاہی کو ما صلبوہ کے معنے میں جو ان صاحبوں نے روایات اناجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ کہتے ہیں ما صلبوہ یعنی یہود نے مسیح کی ہڈیوں کو نہ توڑا ازالہ اوہام صـــ۳۷۵ ۔ صـــ۳۸۹ تک ۔ تفسیر حضرت شاہی صـــ۱۹۱ غتائل ۔ ایسا ہی استشہاد میں

معنی مذکور پر ساتھ عبارت قاموس کے ۔ والعظام استخرج ودکھا ۔ اور اس حدیث
کے لما قدم مکۃ اتاہ اصحاب الصلب ۔ یبکون اللّام ضمہا وفتحہا ۔ اے الذین
یجمعون العظام ویستخرجون ودکھا ویأتدمون بہ ۔ کیونکہ قاموس کی عبارت
کا مفہوم چکنائی کا نکالنا اور شوربا بنانا ہے اور اگر ہڈیوں کا توڑنا بخیال اس کے کہ شوربا
بغیر اس کے نہیں بن سکتا ۔ صلب کا معنی قرار دیا جائے تو چاہیئے کہ سوت طبخ اُس
جانور کی یا ذبح اُس کا بھی مدلول اُس کا ٹھہرایا جائے ۔ اور حدیث میں لفظ صحاب الصلب
سے معنی مذکور سمجھا گیا ۔ کیونکہ صلب کا معنی چکنائی اور صحاب الصلب کا معنی چکنائی والے
لوگ ۔ ہڈیوں کا توڑنا نہ تو لفظ صحاب کا مدلول ہے اور نہ صُلب کا ۔ دیکھو قاموس اور مجمع البحار
صلیب پر چڑھانے میں تو نظم قرآنی اور احادیث نزول کو جو استلزاماً رفع جسمی سے
خبر دے رہی ہیں ان سب کو سلام کہکر روایات اناجیل سے کام لیا ۔ بعد از واقعہ صلیب
مسیح کا زندہ رہنا اور عرصہ دراز کے بعد کشمیر میں مدفون ہونا اس میں اناجیل کو بھی
چھوڑا ۔ بطلان اس مذہب خانہ زاد کا آیۃ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ ۔
سے بشہادت کلمہ بَل ۔ ایک وجہ سے تو ظاہر ہو چکا ہے ۔ دوسری وجہ
بطلان کی اتحاد مرجع ہے دونوں ضمیریں منصوب متصل کا جو واقع ہیں ما قتلوہ
اور بل رفعہ اللہ الیہ میں ۔ ما قتلوہ میں مرجع ضمیر کا چونکہ جسم مع الروح ہے
بل رفعہ اللہ الیہ میں بھی نظر بر اتحاد وہی مجموع مرجع ہوگا نہ فقط روح ۔ تیسری وجہ بطلان
کی یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سلک جرائم یہود میں فقط افتراء اور بہتان اُنکا ذکر فرماتا ہے
یعنی وقولہم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ فرمایا ۔ اور فقط ذکر قتل
یا صلیب پر چڑھانے کا بغیر انضمام قول کے نہیں کیا یعنی وقتلہم المسیح عیسی بن مریم
رسول اللہ وصلبہم نہیں فرمایا ۔ صلیب پر چڑھانا اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنا اور مار
پیٹ سے تکلیف دینا یہ تو بڑا سنگین جرم اور موجب غضب الٰہی ہے ۔ بہ نسبت اس کے
کہ فقط افتراء یا جھوٹھ بولا گیا ہو ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع مسیح
مقتول اور مصلوب نہ تھے بلکہ ایک اور شخص مسیح کے حواریوں میں سے ۔ اللہ تعالےٰ

فرماتا ہے ومکروا ومکر اللہ و اللہ خیر الماکرین - یعنی یہود نے مشورہ مسیح کے
قتل کرنے کا کیا تھا مگر ہم بڑے اسباب بچاؤ کے جانتے ہیں - مسیح کو تو ہم نے اوٹھالیا
اور اُس کی شبیہہ کو مقتول اور مصلوب کرایا - یہود نے حسب زعم اپنے کے یہ کہنا شروع
کیا کہ ہم نے مسیح ابن مریم کو جو رسول منجانب اللہ کہلاتا تھا مصلوب کر کے مار ڈالا مگر یہود
اس قتل مسیح کے بارہ میں مشکک تھے - اور نصاریٰ بھی باتباع یہود مسیح کے مقتولیت
اور مصلوبیت کے قائل ہوئے - بغیر اون چند حواریوں کے جو اُس گھر میں جس میں سے
مسیح مرفوع الی السما ہوئے موجود تھے - القصہ اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب پاک
صاحب لولاک صلعم کو اس واقعہ سے خبر دی کہ یہود اس قول میں کہ انا قتلنا المسیح
عیسی بن مریم رسول اللہ - مفتری ہیں اور یقینی طور پر انا قتلنا نہیں کہتے - بلکہ
اس میں بھی مشکک ہیں اور واقعی امر تو یہ ہے کہ مسیح کو اُنہوں نے مقتول اور
مصلوب نہیں کیا بلکہ اُس کے شبیہہ کو - اور مسیح کو تو ہم نے اونکی ایذا سے بچانیکے
لئے آسمان پر اُٹھالیا - اس کے بعد فرمایا و کان اللہ عزیزا - یعنی یہ خیال مت کرو
کہ جسم عنصری آسمان پر کسطرح جا سکتا ہے کیونکہ ہمارا نام عزیز ہے باعزت اور باغلبہ
اور ہم اس رفع جسمی پر غالب ہیں - ہمارے سامنے کوئی بڑی بات نہیں - حکیما یعنی
ہم باحکمت ہیں کوئی کام ہمارا حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا اِس مسیح کے اُٹھانے اور
بقیۂ ایام حیوٰۃ پورا کرنے میں بھی ایک حکمت ہے - وہ کیا اِن کو ہم اپنے حبیب ازلی اور
شاہد لم یزلی صلعم کے خدام اور خلفاء سے بنائیں گے - کیونکہ اس نے یہ منصب ہماری
بارگاہ سے بہ نالہائے نیم شبی اور دعاہائے سحری مانگا ہوا ہے گو کہ ہم زمین میں بھی اُس کے
محفوظ رکھنے اور بچانے پر ایذاء یہود سے قادر ہیں مگر ہماری حکمت کا مقتضی یہی ہے کہ
ہر چیز کے ساتھ معاملہ حسب استعداد مادہ فطرتی اُسکی کے کیا جائے - نفخ روح القدس
مریم کے گریبان میں چونکہ منجملہ اس کے اسباب فطرتی کے تھا - اور تشبّہ بالملائکہ ممتاز
طریق پر اس کو حاصل تہا - لہذا آسمان پر رہنا اُس کا موجب تعجب اور خلاف حکمت نہیں
یہانتک تو حاصل ہے اس آیۂ کریمہ کا - وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم

رسول اللہ ج وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم وان الذین اختلفوا فیہ
لفی شك منہ ط مالھم بہ من علم الا اتباع الظن ج وما قتلوہ یقینا ۵ بل رفعہ
اللہ الیہ ط وکان اللہ عزیزا حکیما ۵ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان
حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنھال ابن عمرو عن سعید بن جبیر عن
ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسی الی السماء خرج علی اصحابہ
وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحوارین فخرج علیھم من عین فی البیت ورأسہ
یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرۃ بعد ان اٰمن بی قال ثم قال
ایکم یلقی علیہ شبھی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من
احدثھم سنا فقال لہ اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلك الشاب فقال انا
فقال ھو انت ذاك فالقی علیہ شبہ عیسی ورفع عیسی من روزنۃ فی البیت
الی السماء قال وجاء الطلب من الیھود فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ
فکفر بہ بعضھم اثنی عشر مرۃ بعد ان اٰمن بہ وافترقوا ثلاث فرق فقالت
فرقۃ کان اللہ فینا ماشاء ثم صعد الی السماء وھؤلاء الیعقوبیۃ وقالت
فرقۃ کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعہ اللہ الیہ وھؤلاء النسطوریۃ
وقالت فرقۃ کان فینا عبد اللہ ورسولہ ماشاء اللہ ثم رفعہ اللہ الیہ
وھؤلاء المسلمون فتظاھرت الکافرتان علی المسلمۃ فقتلوھا فلم یزل
الاسلام طامسا حتی بعث اللہ محمدا صلی اللہ علیہ وسلم وھذا
اسناد صحیح الی ابن عباس ورواہ النسائی عن ابی کریب عن ابی معاویۃ
نحوہ وکذا ذکر غیر واحد من السلف انہ قال لھم ایکم یلقی علیہ شبھی
فیقتل مکانی وھو رفیقی فی الجنۃ ۔ انتھی تفسیر ابن کثیر ۔ **ترجمہ** فرمایا ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خداوند کریم نے عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھانے
کا ارادہ کیا ۔ تو حضرت عیسٰی علیہ السلام مکان میں جو چشمہ تھا اُس سے باہر نکل کر
اُس حال میں کہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اپنے بارہ۱۲ حواریوں کو

م فقال اجلس ثم اعاد علیھم فقام ذلك الشاب

پاس تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ بیشک تم میں سے ایک شخص مجھپر ایمان لانے
کے بعد بارہ مرتبہ کافر ہوگا بعدازاں فرمایا کہ کون شخص ہے تم میں سے جس پر میری
شباہت ڈالی جائے اور میری جگہ وہ مقتول ہو اور میرے درجہ میں میرے ساتھ
رہے - پس ایک نوجوان شخص نے کھڑے ہوکر عرض کی کہ میں ہوں یارسول اللہ
تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُس کو فرمایا کہ تو بیٹھ جا اور آپنے دوبارہ پھر اوسی لفظ کا
اعادہ فرمایا پھر وہی شخص کھڑا ہوا - غرض چوتھی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ توہی
وہ شخص ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اُس شخص پر ڈالی گئی - اور عیسیٰ علیہ السلام
مکان کے روشندان سے آسمان کیطرف اُٹھائے گئے بعدازاں یہود کے جاسوس
آئے اور اُس شبیہہ کو پکڑا اور اُسی شبیہہ کو مقتول اور مصلوب کیا پھر بعض
اشخاص بارہ مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام سے پھر گئے بعد ایمان کے - اور اِس کے بعد تین فرقے
ہوگئے ایک فرقہ اس امر کا قائل ہوا کہ ہم میں خدا رہا جبتک چاہا - پھر آسمان کیطرف
چڑھ گیا اس فرقہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں - دوسرے فرقے نے کہا کہ خدا کا بیٹا جبتک
چاہا ہم میں رہا بعدہٗ خداوند کریم نے اپنی طرف اُس کو اُٹھالیا اس گروہ کا نام نسطوریہ
ہے تیسرے فرقے کا یہ مذہب تھا کہ خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہمارے گروہ
میں رہا جبتک خداوند کریم نے چاہا - پھر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا - اِس
گروہ کو مسلمان کہتے ہیں - پھر دونوں فرقے کافروں کے فرقہ مسلمہ پر غالب آئے
اور اس کو قتل کر ڈالا - پھر ہمیشہ اسلام معدوم رہا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا - اور یہ اسناد صحیح
ہے ابن عباس کیطرف - اور روائیت کیا اس اثر کو نسائی نے ابی کریب سے - اسنے ابی
معاویہ سے مثل طریق مذکور کے اور اسی طرح ذکر کیا بہتیروں علماء سلف نے اس
امر کو کہ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے تم میں سے جس پر ڈالی جائے شباہت میری اور
قتل کیا جائے میری جگہ وہ رفیق میرا ہوگا جنت میں - انتہٰی

الفوا اخراج کیا
اس اثر کو عبد بن حمید اور ابن مردویہ نے - واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر

من مجاہد فی قولہ تعالیٰ شبہ لھم قال صلبوا رجلا غیر عیسی شبہوہ لعیسی یحسبونہ ایاہ ورفع اللہ الیہ عیسی حیا - ترجمہ فرمایا مجاہد نے صلیب یعنی دار پر چڑھایا یہود نے شبیہ عیسے علیہ السلام کو اس حال میں کہ گمان کرتے تھے اُس شبیہ کو مسیح اور اُٹھالیا اللہ نے مسیح کو زندہ آسمان پر - واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادۃ و قولھم انا قتلنا الخ قال اولئك اعداء اللہ الیھود افتخروا بقتل عیسے وزعموا انھم قتلوہ وصلبوہ وذکر لنا انہ قال لاصحابہ ایکم یقذف علیہ شبہی فانہ مقتول قال رجل من اصحابہ انا یانبی اللہ فقتل ذلك الرجل ومنع اللہ نبیہ ورفعہ الیہ درمنثور - فرمایا قتادہ تابعی جلیل رضہ نے یہود جو دشمن اللہ کے ہیں فخر کیا اور گمان کیا ساتھ قتل اور صلب عیسٰی علیہ السلام کے فرماتے ہیں قتادہ یہ گمان غلط ہے اس لئے پہونچی ہے ہم کو یہ بات کہ فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کون ہے تم میں سے جس پر شباہت میری ڈالی جائے اور قتل کیا جائے ۔عرض کی ایک نے میں ہوں ای رسول اللہ کے پس قتل کیا گیا وہ شخص اور باز رکھا اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے ایں طور کہ اٹھالیا اللہ نے اُن کو زندہ آسمان پر - واخرج ابن جریر عن السدی قال ان بنی اسرائیل حصروا عیسی وتسعۃ عشر رجلا من الحواریین فی بیت فقال عیسی لاصحابہ من یاخذ صورتی فیقتل ولہ الجنۃ فاخذھا رجل منھم وصعد بعیسی الی السماء فذلك قولہ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ٥ ترجمہ اور اخراج کیا ابن جریر نے سدی سے فرمایا سدی نے محاصرہ کیا یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا مع حواریوں کے بیچ ایک مکان کے پس فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو تم میں سے کون قبول کرتا ہے صورت میری تاکہ قتل کیا جائے جگہ میری اور واسطے اُس کے جنت ہو۔ پس قبول کیا ایک نے انمیں سے اور اُٹھائے گئے عیسیٰ علیہ السلام طرف آسمان کے یہی ہے مضمون خداوند کریم کے قول کا - ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین - واخرج ابن جریر عن ابی مالك وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ

قبل موته قال ذلك عند نزول عیسی ابن مریم لا یبقی احد من اهل
الکتٰب الا اٰمن به - اور اخراج کیا ابن جریر نے ابی مالک سے بیچ تفسیر قولہٗ تعالیٰ
وان من اہل الکتاب کے فرمایا انہوں نے یہ نزدیک نزول عیسیٰ ابن مریم کے یعنی اُس
زمانہ میں جو اہل کتاب ہوگا ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے - واٰخرج
عبد بن حمید و ابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله وان من اهل
الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته عن محمد بن علی بن ابی طالب هو ابن
الحنفیة قال لیس من اهل الکتاب احد الا اتته الملائکة یضربون
وجهه و دبره ثم یقال یا عدو الله ان عیسی روح الله وکلمته کذبت
علی الله وزعمت انه الله ان عیسی لم یمت وانه رفع الی السماء وهو نازل
قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا اٰمن به - ترجمہ
روائیت ہے محمد بن علی بن ابی طالب سے بیچ تفسیر آیۃ مذکورہ کے ہر ایک اہل کتاب کو
ملائکہ مارینگے اور کہیں گے کہ جھوٹ بولا تم نے کہ مسیح خدا ہے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام
روح اور کلمہ خدا کا ہے اور عیسی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہ اُٹھائے
گئے آسمان پر پھر نازل ہوں گے آگے قیامت کے - پس کل اہل کتاب ایمان
لائیں گے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے - وکان من خبر الیهود علیهم لعائن
الله وسخطه وغضبه وعقابه انه لما بعث الله عیسی بن مریم بالبینات
والهدی حسدوه علی ما اٰتاه الله تعالیٰ من النبوة والمعجزات الباهرات
التی کان یبرء بها الاکمه والابرص ویحیی الموتی باذن الله ویصور من
الطین طائرا ثم ینفخ فیه فیکون طائرا یشاهد طیرانه باذن الله
عز وجل الی غیر ذلك من المعجزات التی اکرمه الله بها واجراها علی
یدیه ومع هذا کذبوه وخالفوه وسعوا فی اذاه بکل ما امکنهم حتی
جعل نبی الله عیسی علیه السلام لا یساکنهم فی بلدة بل یکثر السیاحة
هو وامه علیهما السلام ثم لم یقنعهم ذلك حتی سعوا الی ملك دمشق

فی ذلک الزمان وکان رجلا مشرکا من عبدة الکواکب وکان یقال
لاهل ملته الیونان وانهوا الیه ان فی بیت المقدس رجلا یفتن
الناس ویضلهم ویفسد علی الملک رعایاه فغضب الملک من هذا و
کتب الی نائبه بالقدس ان یحتاط علی هذا المذکور وان یصلبه ویضع
الشوک علی رأسه ویکف اذاه عن الناس فلما وصل الکتاب امتثل
والی بیت المقدس ذلک وذهب هو وطائفة من الیهود الی المنزل
الذی فیه عیسی علیه السلام وهو فی جماعة من اصحابه اثنی
عشرا وثلاثة عشر وقیل سبعة عشر نفرا وکان ذلک یوم الجمعة بعد
العصر لیلة السبت فحصروه هنالک فلما احس بهم وانه لا محالة من
دخولهم علیه او خروجه الیهم قال لاصحابه ایکم یلقی علیه شبهی
وهو رفیقی فی الجنة فانتدب لذلک شاب منهم فکانه استصغره عن
ذلک فاعادها ثانیة وثالثة وکل ذلک لا ینتدب الا ذلک الشاب
فقال انت هو والقی الله علیه شبه عیسی حتی کانه هو وفتحت روزنة
من سقف البیت واخذت عیسی علیه السلام سنة من النوم
فرفع الی السماء وهو کذلک کما قال الله تعالیٰ اذ قال الله یعیسی انی
متوفیک ورافعک الی -الآیہ- فلما رفع خرج اولئک النفر فلما رأی
اولئک ذلک الشاب ظنوا انه عیسی فاخذوه فی اللیل وصلبوه و
وضعوا الشوک علی رأسه واظهر الیهود انهم سعوا فی صلبه وابتهجوا بذلک
وسلم لهم طوائف من النصاری ذلک لجهلهم وقلة عقلهم ما عدا من
کان فی البیت مع المسیح فانهم شاهدوا رفعه واما الباقون فانهم ظنوا
کما ظن الیهود ان المصلوب هو المسیح بن مریم حتی ذکروا ان مریم
جلست تحت ذلک المصلوب وبکت ویقال انه خاطبها والله اعلم وهذا
کله من امتحان الله عباده لما له فی ذلک من الحکمة البالغة وقد اوضح الله

الامر وجلاه وبينه واظهره فى القران العظيم الذى انزله على رسوله الكريم المؤيد بالمعجزات والبينات والدلائل الواضحات فقال تعالى وهو اصدق القائلين ورب العلمين المطلع على السرائر والضمائر الذى يعلم السر فى السموات والارض العالم بما كان وما يكون وما لم يكن لو كان كيف يكون وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم اى راوا شبهه فظنوا انه اياه ولهذا قال وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن - يعنى بذلك من ادعى انه قتل من اليهود ومن سلمه اليهم من جهال النصارى كلهم فى شك من ذلك وحيرة و ضلال وسعر ولهذا قال وما قتلوه يقينا اى وما قتلوه متيقنين انه هو بل شاكين متوهمين بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا اى منيع الجناب لا يرام جنابه ولا يضام من لاذ ببابه حكيما - اى فى جميع ما يقدره و يقضيه من الامور التى يخلقها وله الحكمة البالغة والحجة الدامغة والسلطان العظيم والامر القديم وقوله تعالى وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا قال ابن جرير اختلف اهل التاويل فى معنى ذلك فقال بعضهم معنى ذلك وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته يعنى قبل موت عيسى يوجه ذلك الى ان جميعهم يصدقون به اذا نزل لقتل الدجال فتصير الملل كلها واحدة وهى ملة الاسلام الحنيفية دين ابراهيم عليه السلام ٭ ذكر من قال ذلك حدثنا ابن بشار حدثنا عبد الرحمن عن سفيان عن ابى حصين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى ابن مريم عليه السلام وقال العوفى عن ابن عباس مثل ذلك قال ابو مالك فى قوله الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عيسى بن مريم

لا يبقى احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسىٰ والله انه لحي الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون و قال ابن ابي حاتم حدثنا ابي حدثنا علي بن عثمان اللاحقي حدثنا جويرية بن بشير قال سمعت رجلا قال للحسن يا ابا سعيد قول الله عز وجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى ان الله رفع اليه عيسى وهو باعثه قبل يوم القيامة مقاما يؤمن به البرّ والفاجر وكذا قال قتادة وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم وغير واحد وهذا القول هو الحق كما سنبينه بدليل القاطع ان شاء الله قال ابن جرير القول الصحيح في تفسير الآية انه لا يبقى احد من اهل الكتاب بعد نزول عيسى عليه السلام الا آمن به قبل موته اى قبل موت عيسى عليه السلام ولا شك ان هذا الذى قاله ابن جرير هو الصحيح لانه المقصود من سياق الآية في تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى وصلبه وتسليم من سلم لهم من النصارى الجهلة ذلك فاخبر الله انه لم يكن الامر كذلك وانما شبه لهم فقتلوا الشبه وهم لا يتبينون ذلك ثم انه رفعه اليه وانه باق حي وانه سينزل قبل يوم القيامة كما دلت عليه الاحاديث المتواترة التي سنوردها ان شاء الله قريبا فيقتل مسيح الضللة ويكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية يعني لا يقبلها من احد من اهل الاديان بل لا يقبل الا الاسلام او السيف فاخبرت هذه الآية الكريمة انه يؤمن به جميع اهل الكتاب حينئذ ولا يتخلف عن التصديق به واحد منهم ولهذا قال وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته اى قبل موت عيسى عليه السلام

الذى زعم اليهود ومن وافقهم من النصارى انه قتل وصلب ويوم
القيامة يكون عليهم شهيدا ای باعمالهم التی شاهدها منهم قبل
رفعه الى السماء وبعد نزوله الى الارض فامامن فسر هذه الاية
بان المعنى ان كل كتابى لا يموت حتى يؤمن بعيسى او بمحمد عليهما السلام
فهذا هو الواقع وذلك ان كل احد عند احتضاره ينجلى له ما كان
جاهلا به فيؤمن به ولكن لا يكون ذلك ايمانا نافعا له اذا كان
قد شاهد الملك كما قال تعالى فى اول هذه السورة وليست التوبة
للذين يعملون السيئات حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت
الآن الاية - وقال تعالى فلما راوا بأسنا قالوا امنا بالله وحده
الآيتين افقه الناس عبد الله بن عباس رض ان روى عنه فى تفسير هذه الآية
ما يفهم منه ان ضمير قبل موته راجع الى اهل الكتاب لكنه ليس مذهبه ومراده
بهذه الاية بل هو من جملة المباحث اليومية وبيان امر واقعى لانه
روى عنه ايضاً فى تفسير هذه الاية ما يدل على ان الضمير المذكور
راجع الى عيسى عليه السلام كما عرفت وستعرفه ايضاً ومذهبه
ومراده بهذه الاية هذا لانه يؤيده السياق ويؤيده ماروى
عنه فى تفسير وانه لعلم للساعة اى نزول عيسى عليه السلام
قبل يوم القيمة فى جميع الطرق وماروى عنه فى تفسير هذه الآية غير
هذا فعلم من هذا ان الاحتمال الاول ليس مرادا ههنا
كما قال الحافظ ابن كثير لكن لا يلزم منه ان يكون المراد بهذه الاية
هذا بل المراد بها ما ذكرناه من تقرير وجود عيسى عليه السلام
وبقاء حياته فى السماء وانه سينزل الى الارض قبل يوم القيمة
ليكذب هؤلاء وهؤلاء من اليهود والنصارى الذين تباينت
اقوالهم فيه وتصادمت وتعاكست وتناقضت وخلت عن الحق ففرط

هؤلاء اليهود وافرط هؤلاء النصارى تنقصه اليهود بما رموه به
وامه من العظائم واطراه النصارى بحيث ادعوا فيه ما ليس فيه
فرفعوه فى مقابلة اولئك عن مقام النبوة الى مقام الربوبية تعالى الله
عما يقول هؤلاء وهؤلاء علوا كبيرا وتنزه وتقدس لا اله الا هو
ذكر الاحاديث الواردة فى نزول عيسىٰ بن مريم الى الارض من السما
فى اخر الزمان قبل يوم القيمة وانه يدعوا الى عبادة الله وحده لا
شريك له قال البخارى رحمة الله فى كتاب ذكر الانبياء من صحيحه
المتلقى بالقبول نزول عيسى بن مريم عليه السّلام حدثنا اسحق ابن
ابراهيم حدثنا يعقوب بن ابراهيم عن ابى صالح عن ابن شهاب
عن سعيد بن المسيب عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم
حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض
المال حتى لا يقبله احد حتى يكون السجدة خير الله من الدنيا وما فيها
ثم يقول ابو هريرة اقرأوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن
به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا وكذا رواه مسلم
عن الحسن الحلوانى وعبد بن حميد كلاهما عن يعقوب به واخرجه
البخارى ومسلم ايضا من حديث سفيان بن عيينة عن الزهرى به
واخرجاه من طريق الليث عن الزهرى به ورواه ابن مردويه من
طريق محمد ابن ابى حفصة عن الزهرى عن سعيد بن المسيب
عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوشك
ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا يقتل الدجال ويقتل الخنزير
ويكسر الصليب ويضع الجزية ويفيض المال وتكون السجدة واحدة
لله رب العالمين قال ابو هريرة اقرؤا ان شئتم وان من اهل

الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته موت عيسى بن مريم ثم يعيدها
ابو هريرة ثلاث مرات طريق اخرى عن ابى هريرة قال الامام
احمد حدثنا روح حدثنا محمد بن ابى حفصة عن الزهرى عن
حنظلة بن على الاسلمى عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال ليهلن عيسى بن مريم بفج الروحاء بالحج والعمرة او ليثنيهما
جميعا وكذا رواه مسلم منفردا به من حديث سفيان بن عيينة
والليث بن سعيد ويونس بن يزيد ثلاثتهم عن الزهرى به وقال
احمد حدثنا يزيد حدثنا سفيان هو ابن حسين عن الزهرى عن حنظلة
عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل
عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويمحى الصليب وتجمع له الصلاة ويعطى المال
حتى لا يقبل ويضع الخراج وينزل الروحاء فيحج منها او يعتمر او يجمعهما قال
وتلا ابو هريرة وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته الاية
فزعم حنظلة ان اباهريرة قال يؤمن به قبل موت عيسى فلا ادرى
هذا كله حديث النبى صلى الله عليه وسلم او شئ قاله ابو هريرة
وكذا رواه ابن ابى حاتم عن ابيه عن ابى موسى محمد بن المثنى عن
يزيد بن هرون عن سفيان بن حسين عن الزهرى به طريق آخر
قال البخارى حدثنا ابو بكير حدثنا الليث عن يونس عن ابن شهاب عن
نافع مولى ابى قتادة الانصارى ان اباهريرة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم كيف بكم اذا نزل فيكم المسيح بن مريم وامامكم منكم
تابعه عقيل والاوزاعى وهكذا رواه الامام احمد عن عبد الرزاق
عن معمر عن عثمان ابن عمر عن ابن ابى ذئب كلاهما عن الزهرى به
واخرجه مسلم من رواية يونس والاوزاعى وابن ابى ذئب به
(طريق أخرى) قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبانا

قتادة عن عبد الرحمن عن ابى هريرة قال النبى صلى الله عليه
وسلم قال الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتى ودينهم واحد وانى اولى
الناس بعيسى بن مريم لانه لم يكن نبى بينى وبينه وانه نازل فاذا رأيتموه
فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان رأسه
يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية
ويدعو الناس الى الاسلام ويهلك الله فى زمانه الملل كلها الا الاسلام
ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة على الارض حتى
ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان
بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون
وكذا رواه ابو داؤد عن هدبة بن خالد عن همام بن يحيى ورواه ابن
جرير ولم يورد عند هذه الاية سواه عن بشر بن معاذ عن يزيد بن
هرون عن سعيد بن ابى عروبة كلاهما عن قتادة عن عبد الرحمن
بن ادم وهو مولى ام برثن صاحب السقاية عن ابى هريرة عن النبى
صلى الله عليه وسلم فذكر نحوه وقال يقاتل الناس على الاسلام
وقد روى البخارى عن ابى اليمان عن شعيب عن الزهرى عن ابى
سلمة عن ابى هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول انا اولى الناس بعيسى بن مريم والانبياء اولاد علات ليس بينى
وبينه نبى ثم رواه محمد بن سنان عن فليح بن سليمان عن هلال
بن على عن عبد الرحمن بن ابى عمرة عن ابى هريرة قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم انا اولى الناس بعيسى بن مريم فى الدنيا
والاخرة الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتى ودينهم واحد وقال
ابراهيم بن طهمان عن موسى بن عقبة عن صفوان بن سليم قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث اخر قال مسلم

فی صحیحه حدثنی زهیر بن حرب حدثنا یعلی بن منصور حدثنا سلیمان
بن بلال حدثنا سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله
علیه وسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
لا تقوم الساعة حتی تنزل الروم بالاعماق او بدابق فیخرج الیهم
جیش من المدینة من خیار اهل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت
الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلهم فیقول المسلمون لا والله
لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونهم فیهزم ثلث لا یتوب الله
علیهم ابدا ویقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله ویفتح الثلث
لا یفتنون ابدا فیفتحون قسطنطینیة فبینما هم یقسمون الغنائم قد
علقوا سیوفهم بالزیتون اذ صاح فیهم الشیطان ان المسیح قد خلفکم
فی اهلیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبینما هم یعدون
للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوة فینزل عیسی بن مریم
فیؤمهم فاذا راه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لذاب
حتی یهلک ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربته حدیث اخر
قال احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم عن
مؤثر بن عفازة عن ابن مسعود عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسی وعیسی علیهم السلام فتذاکروا
امر الساعة فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لا علم لی بها فردوا امرهم
الی موسی فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی عیسی فقال اما وجبتها
فلا یعلم بها احد الا الله وفیما عهد الی ربی عز وجل ان الدجال خارج
ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکه الله
اذا رآنی حتی ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتله
قال فیهلکهم الله ثم یرجع الناس الی بلادهم واوطانهم فعند ذلک

يخرج يأجوج ومأجوج وهم من كل حدب ينسلون فيطؤن بلادهم
فلا يأتون على شيء الا اهلكوه ولا يمرون على ماء الا شربوه قال
ثم يرجع الناس يشكونهم فادعو الله عليهم فيهلكهم ويميتهم حتى
تجوى الارض من نتن ريحهم وينزل الله المطر فيجترف اجسادهم
حتى يقذفهم في البحر ففيما عهد الى ربي عز وجل ان ذلك اذا كان
كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم
بولادها ليلا او نهارا رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن يزيد بن
هرون عن العوام ابن حوشب به بنحوه حديث اخر قال الامام احمد
حدثنا يزيد بن هرون حدثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن ابي
نضرة قال اتينا عثمان بن ابي العاص في يوم الجمعة لنعرض عليه مصحفا
لنا على مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطيب فتطيبنا
ثم جئنا المسجد فجلسنا الى رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابي
العاص فقمنا اليه فجلسنا فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول يكون للمسلمين ثلاثة امصار مصر بملتقى البحرين ومصر
بالحيرة ومصر بالشام ففزع الناس ثلاث فزعات فيخرج الدجال في
اعراض الناس فيهزم من قبل المشرق فاول مصر يرده المصر الذي
بملتقى البحرين فيصير اهلها ثلاث فرق فرقة تقول نقيم نشامه
فننظر ما هو وفرقة تلحق بالاعراب وفرقة تلحق بالمصر الذي
يليهم ومع الدجال سبعون الفا عليهم التيجان واكثر من معه
اليهود والنساء وينحاز المسلمون الى عقبة أنيق فيبعثون سرحا لهم فيصاب
سرحهم فيشتد ذلك عليهم ويصيبهم مجاعة شديدة وجهد شديد
حتى ان احدهم ليحرق وتر قوسه فيأكله فبينما هم كذلك اذ نادى
مناد من البحر يا ايها الناس اتاكم الغوث ثلاثا فيقول بعضهم لبعض

ان هذا الصوت رجل شبعان وينزل عيسى بن مريم عليه السلام
عند صلوة الفجر فيقول له اميرهم يا روح الله تقدم صل فيقول
هذه الامة امراء بعضهم على بعض فيتقدم اميرهم فيصلى حتى
اذا قضى صلوته اخذ عيسى حربته فيذهب نحو الدجال فاذا
رآه الدجال ذاب كما يذوب الرصاص فيضع حربته بين ثندوته
فيقتله ويهزم اصحابه فليس يومئذ شئ يوارى منهم احدا حتى
ان الشجرة تقول يا مؤمن هذا كافر ويقول الحجر يا مؤمن هذا
كافر تفرد به احمد من هذا الوجه حديث اخر قال ابو عبد الله
محمد بن يزيد بن ماجه فى سننه حدثنا على بن محمد حدثنا
عبد الرحمن المحاربى عن اسماعيل بن رافع عن ابى زرعة اليمانى
يحى بن ابى عمرو عن ابى امامة الباهلى قال خطبنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فكان اكثر خطبته حديثا حدثناه عن الدجال و
حذرناه فكان من قوله ان قال لم تكن فتنة فى الارض منذ
ذرأ الله ذرية آدم عليه السلام اعظم من فتنة الدجال وان الله
لم يبعث نبيا الا حذر امته الدجال وانا آخر الانبياء وانتم آخر الامم
وهو خارج فيكم لا محالة فان يخرج وانا بين ظهرانيكم فانا حجيج كل
مسلم وان يخرج من بعدى فكل حجيج نفسه وان الله خليفتى
على كل مسلم وانه يخرج من خلة بين الشام والعراق فيعيث يمينا
ويعيث شمالا الا يا عباد الله ايها الناس فاثبتوا وانه ساصفه لكم
صفة لم يصفها اياه نبى قبلى انه يبدأ فيقول انا نبى فلا نبى بعدى
ثم يثنى فيقول انا ربكم ولا ترون ربكم حتى تموتوا وانه اعور و
ان ربكم عزوجل ليس باعور وانه مكتوب بين عينيه كافر
يقرؤه كل مؤمن كاتب وغير كاتب وان من فتنته ان معه جنة

ونارا فناره جنة وجنته نار فمن ابتلى بناره فليستغث بالله وليقرأ
فواتح الكهف فتكون عليه بردا وسلاما كما كانت النار بردا وسلاما
على ابراهيم وان من فتنته ان يقول لاعرابي ارأيت ان بعثت
لك امك واباك اتشهد انى ربك فيقول نعم فيتمثل له شيطان فى صورة
ابيه وامه فيقولان يا بنى اتبعه فانه ربك وان من فتنته ان يسلط
على نفس واحدة فينشرها بالمنشار حتى يلقى شقين ثم يقول انظر الى
عبدى هذا فانى ابعثه الآن ثم يزعم ان له ربا غيرى فيبعثه الله
فيقول له الخبيث من ربك فيقول ربى الله وانت عدو الله الدجال
والله ماكنت بعد اشد بصيرة بك منى اليوم قال ابو الحسن الطنافسى
حدثنا المحاربى حدثنا عبيد الله بن الوليد الوصافى عن عطية عن ابى
سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذلك الرجل ارفع
امتى درجة فى الجنة قال قال ابو سعيد والله ماكنا نرى ذلك
الرجل الا عمر بن الخطاب حتى مضى لسبيله ثم قال المحاربى رجعنا
الى حديث ابى رافع قال وان من فتنته ان يأمر السماء ان تمطر
فتمطر ويأمر الارض ان تنبت فتنبت وان من فتنته ان يمر بالحى
فيكذبونه فلا يبقى لهم سائمة الا هلكت وان من فتنته ان يمر بالحى
فيصدقونه فيأمر السماء ان تمطر فتمطر ويأمر الارض ان تنبت فتنبت
حتى تروح مواشيهم من يومهم ذلك اسمن ما كانت واعظمه وامده
خواصر وادره ضروعا وانه لا يبقى شئ من الارض الا وطئه وظهر
عليه الا مكة والمدينة فانه لا يأتيهما من نقب من نقابها الا لقيته
الملائكة بالسيوف صلتة حتى ينزل عند الضريب الاحمر عند منقطع
السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلا يبقى منافق ولا
منافقة الا خرج اليه فينفى الخبث منها كما ينفى الكير خبث الحديد

ويدعى ذلك اليوم يوم الخلاص فقالت ام شريك بنت ابى العكر يا
رسول الله فاين العرب يومئذ قال هم قليل وجلهم يومئذ
ببيت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم يصلى بهم الصبح
اذ نزل عيسى بن مريم عليه السلام فرجع ذلك الامام ينكص يمشى القهقرى
ليتقدم عيسى عليه السلام فيضع يده عيسى بين كتفيه ثم يقول
تقدم فصل فانها لك اقيمت فيصلى بهم امامهم فاذا انصرف قال
عيسى افتحوا الباب فيفتح ووراءه الدجال معه سبعون الف يهودى
كلهم ذو سيف محلى وتاج فاذا نظر اليه الدجال ذاب كما يذوب
الملح فى الماء وينطلق هاربا فيقول عيسى ان لى فيك ضربة لن تسبقنى
بها فيدركه عند باب لد الشرقى فيقتله ويهزم الله اليهود فلا
يبقى شئ مما خلق الله يتوارى به يهودى الا انطق الله ذلك الشئ
لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الغرقدة فانها من شجرهم
لا تنطق الا قال يا عبد الله المسلم هذا يهودى فتعال فاقتله قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم وان ايامه اربعون السنة كنصف
السنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة واخر ايامه كالشررة يصبح
احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الاخر حتى يمسى فقيل
له كيف نصلى يا نبى الله فى تلك الايام القصار قال تقدرون الصلوة
كما تقدرون فى هذه الايام الطوال ثم صلوا قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم فيكون عيسى بن مريم فى امتى حكما عدلا
واماما مقسطا يدق الصليب ويذبح الخنزير ويضع الجزية ويترك
الصدقة فلا يسعى على شاة ولا بعير وترتفع الشحناء والتباغض وتنزع
حمة كل ذات حمة حتى يدخل الوليد يده فى الحية فلا تضره وتفر
الوليدة من الاسد فلا يضرها ويكون الذئب فى الغنم كانه كلبها و

وتملاء الارض من السلم كما يملاء الاناء من الماء وتكون الكلمة
واحدة فلا يعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قريش ملكها م
وتكون الارض لها نور الفضة وتنبت نباتها كعهد ادم حتى يجتمع م
النفر على القطف من العنب فيشبعهم ويجتمع النفر على الرمانة
فتشبعهم ويكون الثور بكذا وكذا من المال ويكون الفرس
بالدريهمات قيل يارسول الله وما يرخص الفرس قال لا يركب
لحرب ابدا قيل له فما يغلي الثور قال يحرث الارض كلها وان قبل
خروج الدجال ثلاث سنوات شدادا يصيب الناس فيها جوع
شديد ويأمر الله السماء في السنة الاولى ان تحبس ثلث مطرها
ويأمر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم يأمر الله السماء في السنة الثانية فتحبس
ثلثي مطرها ويأمر الله الارض فتحبس ثلثي نباتها ثم يأمر الله عز و
جل السماء في السنة الثالثة فتحبس مطرها كله فلا تقطر قطرة ويأمر
الارض ان تحبس نباتها كله فلا تنبت خضراء فلا تبقى ذات ظلف
الا هلكت الا ماشاء الله قيل فما يعيش الناس في ذلك الزمان
قال التهليل والتكبير والتسبيح والتحميد يجري ذلك عليهم مجرى
الطعام قال ابن ماجه سمعت ابا الحسن الطنافسي يقول سمعت
عبد الرحمن المحاربي يقول ينبغي ان يرفع هذا الحديث الى المؤدب
حتى يعلمه الصبيان في الكتاب هذا حديث غريب جدا من
هذا الوجه ولبعضه شواهد من احاديث اخر ولنذكر حديث
النواس بن سمعان ههنا لشبهه بهذا الحديث قال مسلم في صحيحه
حدثنا ابو خيثمه زهير بن حرب حدثنا الوليد بن مسلم حدثني يحي
بن جابر الطائي قاضي حمص حدثني عبد الرحمن بن جبير عن ابيه
جبير بن نفير الحضرمي انه سمع النواس بن سمعان الكلابي وحدثنا

م عبد الرحمن بن يزيد بن جابر حدثني

محمد بن مهران الرازی حدثنا الولید بن مسلم حدثنا عبد الرحمن
بن یزید بن جابر عن یحیی بن جابر الطائی عن عبد الرحمن
بن جبیر عن ابیه جبیر بن نفیر عن النواس بن سمعان قال ذکر
رسول الله صلی الله علیه وسلم الدجال ذات غداة فخفض ورفع
حتی ظنناه فی طائفة النخل فلما رحنا الیه عرف ذلک فی وجوهنا
فقال ما شانکم قلنا یا رسول الله ذکرت الدجال فخفضت فیه
ورفعت حتی ظنناه فی طائفة النخل قال غیر الدجال اخوفنی علیکم
ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ
حجیج نفسه والله خلیفتی علی کل مسلم انه شاب قطط عینه
طافیة کانی اشبهه بعبد العزی بن قطن من ادرکه منکم فلیقرأ
علیه فواتح سورة الکهف انه خارج من خلة بین الشام والعراق فعاث
یمینا وعاث شمالا یا عباد الله فاثبتوا قلنا یا رسول الله فما لبثه فی
الارض قال اربعون یوما یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر
ایامه کایامکم قلنا یا رسول الله وذلک الیوم الذی کسنة ایکفینا
فیه صلوة یوم قال لا اقدروا له قدره قلنا یا رسول الله وما اسراعه
فی الارض قال کالغیث استدبرته الریح فیاتی علی قوم فیدعوهم
فیؤمنون ویستجیبون له فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح
علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعا وامده خواصر
ثم یاتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم
فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شیء من اموالهم ویامر بالخربة فیقول
لها اخرجی کنوزک فتتبعه کنوزها کیعاسیب النحل ثم یدعو رجلا
ممتلئا شابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه
فیقبل ویتهلل وجهه ویضحک فبینما هو کذلک اذ بعث الله المسیح بن

مريم عليه السلام فينزل عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بين
مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طاطأ رأسه
قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ ولا يحل لكافر يجد ريح
نفسه الامات وينتهى حيث ينتهى طرفه فيطلبه حتى يدركه
بباب لد فيقتله ثم يأتی عيسى عليه السلام قوما قد عصمهم الله
منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم فی الجنه فبينما هو
كذلك اذا وحى الله عز وجل الى عيسى انى قد اخرجت عبادا لی
لايدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الى الطور ويبعث الله يأجوج
ومأجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمرأولهم على بحيرة
طبرية فيشربون ما فيها ويمر اخرهم فيقولون لقد كان بهذه
مرة ماء ويحصر نبی الله عيسى واصحابه حتى يكون رأس الثور
لاحدهم خير من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبی الله عيسى
واصحابه فيرسل الله عليهم النغف فی رقابهم فيصبحون فرسى كموت
نفس واحدة ثم يهبط نبی الله عيسى واصحابه الى الارض فلا يجدون
فی الارض موضع شبر الا ملاه زهمهم ونتنهم فيرغب نبی الله عيسى
واصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم
حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر
فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض اخرجی ثمرك
وردی بركتك فيومئذ تأكل العصابة من الرمانة ويستظلون
بقحفها ويبارك الله فی الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفی الفئام
من الناس فبينما هم كذلك اذ بعث الله ريحا طيبة فتأخذهم
تحت اباطهم فيقبض الله روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار
الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة رواه الامام

احمد واهل السنن من حديث عبد الرحمن بن يزيد بن جابر
به وسنذكره ايضا من طريق احمد عند قوله تعالى فى سورة الا
نبياء حتى اذا فتحت يأجوج ومأجوج الآية حديث آخر قال مسلم
فى صحيحه ايضا حدثنا عبد الله بن معاذ العنبرى حدثنا ابى حدثنا
شعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت يعقوب بن عاصم بن عروة
بن مسعود الثقفى يقول سمعت عبد الله بن عمرو وجاءه رجل فقال
ما هذا الحديث الذى تحدث به تقول ان الساعة تقوم الى كذا
وكذا فقال سبحان الله او لا اله الا الله او كلمة نحوهما لقد هممت
ان لا أحدث احدا شيأ أبدا انما قلت انكم سترون بعد قليل
أمرا عظيما يحرق البيت ويكون ويكون ثم قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يخرج الدجال فى امتى فيمكث اربعين
لا ادرى اربعين يوما او اربعين شهرا او اربعين عاما فيبعث
الله تعالى عيسى بن مريم كانه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه
ثم يمكث الناس سبع سنين ليس بين اثنين عداوة ثم يرسل الله
ريحا باردة من قبل الشام فلا يبقى على وجه الارض احد فى
قلبه مثقال ذرة من خير او ايمان الا قبضته حتى لو أن أحدكم
دخل فى كبد جبل لدخلته عليه حتى تقبضه قال سمعتها من
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فيبقى شرار الناس فى
خفة الطير واحلام السباع لا يعرفون معروفا ولا ينكرون
منكرا فيتمثل لهم الشيطان فيقول الا تستجيبون فيقولون فما تأمرنا
فيأمرهم بعبادة الاوثان وهم فى ذلك دار رزقهم حسن عيشهم
ثم ينفخ فى الصور فلا يسمعه احد الا أصغى ليتا ورفع ليتا قال وأول
من يسمعه رجل يلوط حوض ابله قال فيصعق ويصعق الناس ثم

يرسل الله او قال ينزل الله مطرا كانه الطل او قال الظل نعمان الشاك
فتنبت منه اجساد الناس ثم ينفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون
ثم يقال يا ايها الناس هلموا الى ربكم وقفوهم انهم مسؤلون ثم
يقال اخرجوا بعث النار فيقال منكم فيقال من كل الف تسع
مائة وتسعة وتسعين قال فذالك يوم يجعل الولدان شيبا وذلك
يوم يكشف عن ساق ثم رواه مسلم والنسائى فى تفسيره جميعا عن
محمد بن بشار عن غندر عن شعبة عن نعمان بن سالم به +
حديث اخر قال الامام احمد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن
الزهرى بن عبد الله بن ثعلبة الانصارى عن عبد الله بن
بن زيد الانصارى عن مجمع بن جارية قال سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول يقتل ابن مريم المسيح الدجال بباب
لد او الى جانب لد و رواه احمد ايضا عن سفيان بن عيينة من
حديث الليث والاوزاعى ثلاثتهم عن الزهرى عن عبد الله بن عبيد الله
بن ثعلبة عن عبد الرحمن بن يزيد عن عمه مجمع بن جارية عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال تقتل ابن مريم الدجال بباب لد و
كذا رواه الترمذى عن قتيبة عن ليث به وقال هذا حديث
صحيح قال وفى الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عيينة وابى
برزة وحذيفة بن اسيد وابى هريرة وكيسان وعثمان بن ابى العاص
وجابر وابى امامة وابن مسعود وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب
والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذيفة بن اليمان رضى الله
عنهم ومراده برواية هؤلاء ما فيه ذكر الدجال وقتل عيسى بن مريم
عليه السلام له فاما احاديث ذكر الدجال فقط فكثيرة جدا
وهى اكثر من ان تحصى لانتشارها وكثرة رواتها فى الصحاح والسنن

والمسانيد وغير ذلك حديث اخر قال الامام احمد ثنا سفيان عن
فرات عن ابى الطفيل عن حذيفة بن اسيد الغفارى قال اشرف
علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم من عرفة ونحن نتذاكر الساعة
فقال لا تقوم الساعة حتى ترد عشر ايات طلوع الشمس من مغربها
والدخان والدابة وخروج ياجوج وماجوج ونزول عيسى بن مريم
والدجال وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف
بجزيرة العرب ونار تخرج من قعر عدن تسوق او تحشر الناس تبيت
معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا وهكذا رواه مسلم واهل
السنن من حديث القزازبه ورواه مسلم ايضا من رواية عبد العزيز
بن رفيع عن ابى الطفيل عن ابى شريحة عن حذيفة بن اسيد
الغفارى موقوفا والله اعلم فهذه احاديث متواترة عن رسول
الله صلى الله عليه وسلم من رواية ابى هريرة وابن مسعود وعثمان
بن ابى العاص وابى امامة والنواس ابن سمعان وعبد الله بن عمرو
بن العاص ومجمع بن جارية وابى شريحة وحذيفة بن اسيد رضى الله
عنهم وفيها دلالة على صفة نزوله ومكانه من انه بالشام بل بدمشق
عند المنارة الشرقية وان ذلك يكون عند اقامة صلوة الصبح و
قد بنيت فى هذه الاعصار فى سنة احدى واربعين وسبعمائة
منارة للجامع الاموى بيضاء من حجارة منحوتة عوضا عن المنارة التى
هدمت بسبب الحريق المنسوب الى صنيع النصارى عليهم لعائن الله
المتتابعة الى يوم القيامة وكان اكثر عماراتها من اموالهم وقويت
الظنون انها هى التى ينزل عليها المسيح بن مريم عليه السلام فيقتل
الخنزير ويكسر الصليب ويضع الجزية فلا يقبل الا الاسلام كما
تقدم فى الصحيحين وهذا من اخبار النبى صلى الله عليه وسلم

بذلك وتقرير وتشريع وتسويغ له على ذلك فی ذلك الزمان حيث تنزاح عللهم وترتفع شبههم من انفسهم ولهذا كلهم يدخلون فی دين الاسلام متابعين لعيسی عليه السلام وعلی يديه ولهذا قال تعالی وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته الاٰية وهذه الاٰية كقوله وانه لعلم للساعة وقرئ لعلم بالتحريك اُی أمارة ودليل علی اقتراب الساعة وذلك لانه ينزل بعد خروج المسيح الدجال فيقتله الله علی يديه كما ثبت فی الصحيح ان الله لم يخلق داء الا انزل له شفاء ويبعث الله فی ايامه ياجوج وماجوج فيهلكهم الله تعالی ببركة دعائه وقد قال تعالیٰ حتی اذا فتحت ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون واقترب الوعد الحق الاٰية۔

حاصل اس عبارت عربی کا بطریق اختصار یہ ہے :- کہ قتل اور صلب عیسٰی علیہ السلام کا نہیں ہوا جیسا کہ زعم یہود اور اکثر نصاریٰ کا تھا بلکہ اُس حواری نوجوان کا جس پر شباہت مسیح علیہ السلام کی ڈالی گئی تھی اور عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور دونوں ضمیریں بہ اور موتہ کی عیسٰی علیہ السلام کی طرف ہیں آیۃ وان من اہل الکتاب الخ میں کیونکہ ما قبل میں ذکر انہی کا ہے اور آثار صحابہ اور تابعین مثل ابن عباس وابی ہریرۃ وعبداللّٰہ بن مسعود ومجاہد وقتادۃ وغیرہم کے اسی پر دال ہیں اور ضمیر بہ کی محمد صلعم یا عیسٰی علیہ السلام کی طرف پھیرنی اور موتہ کی اہل کتاب کی طرف یہ احتمال واقع میں درست ہی۔ لیکن آیۃ مذکورہ سے اس مقام میں مراد نہیں۔ اور عیسٰی علیہ السلام اتریںگے آسمان سے قبل قیامت کے حاکم عادل۔ توڑینگے صلیب کو یعنی دین اسلام کے سوا اور دینوں کو باطل کریں گے۔ دفع کرائیں گے خنازیر کو یعنی حکم قتل کا دیں گے۔ اہل کتاب سے سوا دین اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرینگے مال اسقدر ہوگا کہ کوئی قبول نہ کریگا۔ لذت عبادت کی ایسی ہوگی کہ ایک سجدہ کل دنیا سے زیادہ لذیذ ہوگا۔ حسد۔ بغض۔ عداوت اور باقی صفات ذمیمہ نہ رہینگی۔ شیر۔ اونٹ۔ چیتا

گائے ۔ بھیڑیا ۔ بکری ۔ سانپ ۔ لڑکے ایک دوسرے کے ساتھ چرینگے اور کھیلیں گے
ضرر نہ دینگے ۔ عیسیٰ علیہ السّلام حج عمرا ادا کریں گے ۔ مسیح سے قبل دجال کے زمانہ میں
سخت قحط سالی ہوگی ۔ اُس زمانہ میں طعام کی جگہ تہلیل تکبیر تسبیح سے حیات بسر
کریں گے ۔ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو امام مہدی علیہ السلام کو نماز میں آگے کھڑا
کرینگے ۔ اور خود بھی بعد کو امام ہوں گے ۔ قتل کریں گے دجال کو جو ایک شخص معین ہے
اور ہلاک ہوگی قوم یاجوج ماجوج اُن کی برکت سے ۔ واخرج البخاری فی تاریخه
والطبرانی عن عبد الله بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم مع رسول
الله صلی الله علیه وسلم وصاحبیه فیکون قبره رابعًا ۔ اخراج کیا بخاری
نے بیچ تاریخ اپنی کے اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے فرمایا عبد اللہ بن سلام نے
دفن کئے جائیں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے ساتھ محمد صلعم اور شیخین کے پس ہوگی قبر
مبارک اُن کی چوتھی ۔ واخرجه الترمذی وحسنه عن محمد بن یوسف بن
عبد الله بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفة
محمد وعیسی بن مریم یدفن معه ۔ اور اخراج کیا ترمذی نے ساتھ
تحسین کے فرمایا عبد اللہ بن سلام نے کہ صفت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی توراۃ میں موجود
ہے ۔ اور یہ بھی توراۃ میں ہے کہ عیسیٰ ابن مریم خاتم النبیین صلعم کے ساتھ مدفون
ہوں گے ۔ عن عائشة قالت قلت یا رسول الله انی اری انی اعیش بعدك
فتاذن لی ان ادفن الی جنبك فقال وانی لی بذلك الموضع ما فیه الا موضع
قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسی بن مریم ۔ فرمایا حضرت عائشہ رضہ نے کہ میں نے
آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپکے بعد
زندہ رہوں گی ۔ اگر اجازت ہو تو میں آپکے پاس مدفون ہوں ۔ فرمایا آنحضرت صلعم نے
کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں ہے ۔
عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل
عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة

ثم یموت ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء۔

روائیت کیا ابن جوزی نے بیچ کتاب وفا کے عبداللہ بن عمرو سے کہا انہوں نے فرمایا رسول کریم صلعم نے اتریںگے عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے پس نکاح کرینگے اور صاحب ولد ہوں گے جب فوت ہوں گے مدفون ہوں گے ساتھ میرے پس کھڑے ہونگے ہم دونوں ایک قبر سے درمیان ابوبکر اور عمر کے۔ اور روائیت کیا ترمذی نے بعض اس حدیث کا جس میں روائیت کیا بعض راویوں سے وقد بقی فی البیت موضع قبر یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے واسطے عیسیٰ علیہ السلام کے۔ محقق ابن جزری فرماتے ہیں پاس عمر کے مدفون ہونگے کیونکہ ہمکو خبر دی ہے بہتیروں نے حجرہ شریف کے اندر جانے والوں میں سے کہ خالی جگہ عمر کی جنب میں ہے۔ آثار دربارہ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور احادیث نزول عیسیٰ علیہ السلام کی سوا اُن کے جو بیان کرچکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر درمنثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرماوے۔ اگر ان سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند امام احمد وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ فرماوے۔ مگر مومن فہیم کے واسطے اسقدر آثار اور احادیث سے جو بیان کرچکا ہوں کافی ہیں یہ احادیث متواترہ ہیں۔ نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاقی ہے۔ زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جسقدر اوصاف بذریعہ وحی آنحضرت صلعم کو معلوم ہوئے اُنکو بیان فرمایا سامع نے انکو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے اُنکو پھر بیان فرمایا علیٰ ہذا القیاس۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور کبھی ایک راوی کی روائیت میں کم و بیش ہوا کرتی ہے۔ اس کی بھی یہی وجہ ہے۔ احادیث نزول مروی ہیں ان اصحاب کبار وغیرہم سے۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن ابی العاص۔ ابی امامہ۔ نواس ابن سمعان۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔

یعنی ایک مقبرہ سے منہ ۱۲

مجمع بن جاریہ ۔ ابی شریحہ ۔ حذیفہ بن اسید ۔ جابر ۔ سمرہ بن جندب ۔ عمرو بن عوف
عمران بن حصین ۔ کیسان ۔ حذیفہ بن یمان ۔ عائشہ ۔ عبد اللہ بن عباس ۔ انس
رضی اللہ عنہم ۔ **توضیح** معنی آیت وان من اهل الکتاب الا کا یہ ہے :۔ کہ اہل
کتاب موجودہ میں سے وقت نزول مسیح کے قبل از موت اُن کے ہر ایک ایمان
لاوے گا ساتھ واقعیت مضمون بالا کے یعنی اٹھایا جانے اُن کے آسمان کیطرف
اور ساتھ اِس کے کہ وہ نبی صادق گذری ہیں اپنے وقت میں ۔ یہود گذشتہ ہمارے
مفتری اور کافر یہ نبی صادق تھے ۔ یہی مراد ہے آیتہ وان من اهل الکتاب
الا لیؤمنن به قبل موته سے اسی لئے آنحضرت صلعم یا ابو ہریرۃ رضہ وقت
بیان حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ کی آیت مذکورہ کو نزول مسیح
ابن مریم پر شاہد لاتے ہیں اور اس استشہاد سے ہر ایک عاقل ادنی تدبر سے معلوم
کر سکتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں جس کا مضمون یہ ہے ۔ قسم ہے مجھکو اُس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور ہی اُتر ینگے تم میں مریم کے بیٹے حاکم الشرع
محمدی صلعم منصف ہوکر اور خنزیر کو حلال جاننا اور صلیب پرستی یہ سب امور جو اُن کے
پیچھے اُن کی شرع میں داخل سمجھے گئے ہیں اِن سب کو موقوف کرینگے یہانتک کہ انکے
عہد میں ملت اسلام ہی باقی رہے گی ۔ اور محبت عبادت ۔ اور اعراض دنیا سے
ایسا ہوگا کہ ایک سجدہ بہتر سمجھا جاوے گا سب دنیا اور دنیوی اشیاء سے ۔
مراد وہی مسیح ابن مریم ہے جو نبی وقت اور صاحب انجیل ہے ۔ ورنہ بیان حدیث
مذکور کے وقت استشہاد آنحضرت صلعم یا ابو ہریرہ کا بآیت مذکورہ کیا معنی رکھتا ہے
ظاہر ہے کہ جب آیت مذکورہ میں اُس نبی وقت کا ذکر ہے تو حدیث میں بھی ضرور
اُسی کے نزول سے حلفی طور پر خبر دی گئی ہے ۔ جیساکہ استشہاد بآیتہ مذکورہ
وقت بیان حدیث کے ارادہ مثیل مسیح کو باطل کرتا ہے ایسا ہی عدم وقوع اُن
امور کا زمانہ حال میں جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں ۔ جناب مرزا صاحب اس
حدیث شریف کا مصداق بتاویل مثیل اپنے زعم میں تو بنے مگر موقوف کرنا ایسی

اور خنزیر خوری کا اور سب ملتوں کا ایک ملت اسلام ہی ہو جانا اور کثرت مال کی یہاں تک کہ اُس کو کوئی قبول نہ کرے اور ایک سجدہ کا عزیز تر ہونا سب دنیا سے یہ علامات نزول مسیح کہاں۔ اور نیز اگر آپ مراد ہیں حدیث مذکور سے تو آپ کے پیدا ہونے میں کسی کو حضار مجلس نبوی صلعم سے تعجب اور استعظام ہی کیا تھا تاکہ آپ صلعم قسم اُٹھا کر بعد ازاں نزول اور قرب کو لام تاکید اور نون ثقیلہ سے مؤکد کر کے یعنی لیوشکن یہ فرما کر حاضرین کا تردد دفع فرماتے رہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ معنے آیۃ وَاِنْ من اہل الکتاب الخ کا جو لکھ چکا ہوں۔ یہی معنے کیا ہے ابو ہریرہ رضہ نے اور ایک روایت میں عبد اللہ بن عباس نے بھی۔ اور اسی معنے کو ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بشہادت سوق کلام یعنی چسپاں ہونے اس معنے کے ماقبل سے ترجیح دی ہے۔ اور دوسرا معنے جو ایک روایت میں ابن عباس سے مروی ہے وہ بیان ایک وجہ کا ہے وجوہ آئیت میں سے اور واقعی ہونا اس معنے کا مقتضی اس کا نہیں کہ مراد آئیت سے وہی ہو۔ واقعیت مضمون اور ہے اور مراد ہونا کلام سے اور . . . .

. . . . وہ معنے یہ ہے کہ ہر ایک اہل کتاب اپنی موت سے پہلے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ جب عند الموت متجلی ہوں گے ایمان لاوے گا۔ چوتھی وجہ بطلان اُس مذہب کی یہ آئیت یعنی وان من اہل الکتاب الخ بھی ہے۔ کیونکہ بمنطوقہ دال ہے اوپر نزول مسیح بن مریم کے جو مستلزم ہے رفع جسمی کو۔ پانچویں وجہ بطلان کی وعدہ فرمانا اللہ تعالیٰ کا ہے مسیح بن مریم سے کہ میں تجھکو یہود کے ہاتھ سے بچاؤنگا۔ تو پھر تعجب ہے کہ بعد تسکین بخشی کے اس قول سے یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی یہود کے ہاتھ میں گرفتار کرا کر گویا بکوی رسوا کرانا اور مار پیٹ کے بعد صلیب پر او نہیں کے ہاتھ سے دلانا اتنی تکلیف کے بعد صلیب سے زندہ اُتارنا آیا یہی ثمرہ ایفاء عہد خداوندی اور اثر اجابت دعائیں مسیحیہ کا نکلا۔ جو رات بھر روتے چلاتے مانگی جاتی تھیں۔ چھٹی وجہ بطلان کی اتصال رفع کا ساتھ کلمہ بل کے یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کہنا اور حسب مزعوم جناب مرزا صاحب یوں چاہیئے تھا بل بقی حیا ثم توفہ اللہ و رفعہ اللہ۔ ساتویں وجہ

آئیۃ وانہ لعلمٌ للسّاعتہ ہے یعنی بالتحقیق نزول مسیح ابن مریم اسباب علم قیامت میں سے
ہے - اخرج الفریابی وسعید بن منصور ومسدد وعبد بن حمید
وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما
فی قولہ وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسیٰ قبل یوم القیٰمۃ - واخرج
عبد بن حمید عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ وانہ لعلم للساعۃ قال
خروج عیسیٰ یمکث فی الارض اربعین سنۃ تکون تلک الاربعون
اربع سنین یحج ویعتمر - واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن
مجاھد رضی اللہ تعالٰی عنہ وانہ لعلم للساعۃ قال اٰیۃ للساعۃ خروج
عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ - واخرج عبد بن حمید وابن جریر
عن الحسن رضی اللہ عنہ وانہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسیٰ - و
اخرج ابن جریر من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وانہ لعلم
للساعۃ قال نزول عیسیٰ - تفسیر درمنثور - حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس اور
ابوہریرۃ اور مجاہد اور حسن رضی اللہ عنہم اجمعین سے بطرق متعددہ مروی ہے کہ ضمیر انہ
جو آئیت وانہ لعلم للساعۃ میں ہے عیسیٰ علیہ السّلام کے نزول کیطرف پھرتی ہے -
وقال الامام احمد حدثنا ھاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم
بن ابی النجود عن ابی رزین عن ابی یحیٰی مولی ابن عقیل الانصاری
قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لقد علمت اٰیۃ من القراٰن الخ
وانہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام
قبل یوم القیٰمہ وقولہ سبحانہ وتعالٰی وانہ لعلم للساعۃ تقدم تفسیر ابن
اسحاق ان المراد من ذلک ما یبعث بہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام
من احیاء الموتٰی وابراء الاکمہ والابرص وغیر ذلک من الا
سقام وفی ھذا النظر وابعد منہ ما حکاہ قتادۃ عن الحسن البصری
وسعید بن جبیر ان الضمیر فی وانہ عائد علی القراٰن بل الصحیح انہ

عائد علے عیسی علیہ الصلوۃ والسلام فان السیاق فی ذکرہ ثم المراد بہ ذلک
نزولہ قبل یوم القیامۃ کما قال تبارک وتعالی وان من اھل الکتاب
الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام
ثم یوم القیامۃ یکون علیھم شہیدا ویؤید ھذا المعنی القراءۃ
الاخری وانہ لعلم للساعۃ ای امارۃ ودلیل علے وقوع الساعۃ
قال مجاھد وانہ لعلم للساعۃ ای ایۃ للساعۃ خروج عیسی بن مریم
علیہ السلام قبل یوم القیمۃ وھکذا روی عن ابو ھریرۃ و
ابن عباس وابی العالیۃ وابی مالک وعکرمۃ والحسن وقتادۃ والضحاک
وغیرھم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللہ صلعم انہ اخبر
نزول عیسی علیہ السلام قبل یوم القیمۃ اماما عادلا الخ تفسیر ابن کثیر

حاصل - روایت کی امام احمد نے عبداللہ بن عباس سے اسناد صحیح کے ساتھ کہ فرمایا
انہوں نے وانہ لعلم للساعۃ اسے خروج عیسیٰ علیہ السلام یعنی نزول انکا قبل قیامت کے
یہی مروی ہے مجاہد - ابوہریرہ - ابوعالیہ - ابومالک - عکرمہ - حسن - قتادہ - ضحاک سے
وغیرہم سے - اور یہی صحیح ہے بنظر ما قبل کے - اور اسی کو تائید دیتی ہے دوسری قراۃ
اور آیۃ وان من اہل الکتاب الخ اور احادیث نزول کی بطریق تواتر بھی اسی کو تائید کرتی
ہیں پس ضمیر انہ کی قرآن کی طرف پھیرنی غیر صحیح ہے - سیاق اور اقوال صحابہ اور
تابعین کے رو سے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنی باعتبار زندہ کرنے اُن کے
مردوں کو وغیرہ وغیرہ - یہ بھی غیر صحیح ہے بلحاظ تفسیر صحابہ اور تابعین کے اور
بلحاظ سیاق ایضاً بنظر دقیق - اعلم بالقرآن ابن عباس بروایۃ ابی صالح بھی اس آئیت
میں یونہی فرماتے ہیں - اب بخوبی واضح ہوچکا کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں جو انہ کی
ضمیر کا مرجع قرآن لکھتے ہیں غیر صحیح ہے - سیاق آئیۃ اور تفاسیر صحابہ و تابعین کی رو سے
قولہ تعالے ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون الخ اس
آئیت میں منہ کی ضمیر اور ایسا ہی ام ھو اور ان ھو اور انعمنا علیہ اور وجعلناہ

یہ سب ضمائر ابن مریم کیطرف ہی راجع ہیں۔ مرزا صاحب اگر وانہٗ کی ضمیر کو قرآن کی طرف پھیراتے ہیں تو ان ضمائر مذکورہ کو بھی قرآن کی طرف راجع فرمادیں تاکہ تحریف مضمون قرآن کریم کی بخوبی ہو جائے۔ نزول مسیح مستلزم ہے رفع جسمی اور حیات مسیح الی الآن۔ اور بطلان مذہب مذکور کو۔ آٹھویں وجہ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔ آنحضرت صلعم نے منجملہ علامات قیامت کے خروج شخص معین مسمی بہ دجال یہود میں سے اور مسیح بن مریم کا بعد نزول اُس کو قتل کرنا بیان فرمایا۔ بمقتضی آیت مذکورہ ہمکو ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام واجب اور انکار اُسکا موجب کفر ہے۔ خیال رکھنا چاہئے کہ رفع جسمی مسیح اور نزول کا ثبوت چونکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ متواترہ سے نہایت واضح طریق پر ہوگیا۔ تو بعد اس کے مومن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہرگز ہرگز متوجہ ہونا اناجیل کیطرف بباعث دہوکہا کھانے یہود اور نصاریٰ کے اس مقام میں بوجہ القاء شبہ جائز نہیں۔ اسی دہوکہا کھانے اور تشکیک کی وجہ سے تواتر انکا بھی قابل اعتبار نہیں کیونکہ اجتماع شکوک سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ واقعہ قتل اور صلب مسیح جو اناجیل میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی افترا یہود کہ انا قتلنا المسیح الخ کہتے تھے۔ ان کی تکذیب نص وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم۔ اور وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے ہو چکی۔ جیساکہ مسیح ابن مریم نے خود برنبا کو فرمادیا تہا کہ اے برنبا چونکہ حواری اور والدہ ہماری دنیاوی محبت سے مجھے ابن اللہ کہتے تھے یعنی اُس معنے سے جو کسی کے لائق نہیں۔ خداوند نے چاہا کہ قیامت کے دن مجھ پر ہنسی نہ ہو تو دنیا میں یہودا کی مصلوبیت اور موت سے مجھے بدنام کرنا چاہا لیکن یہ غلطی تا وقت تشریف آوری محمد رسول اللہ صلعم کے ہوگی۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو اس غلطی کو دفع فرمائیں گے۔ انجیل برنبا اور لیس کا قول نامہ یہودا میں اسی مضمون پر دال ہے کہ لوگ صاحب یعنی مسیح پر ہنسینگے۔ اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے تب لوگوں کو سزا دینگے۔ مطابق اس پشین گوئی مسیح کے۔ قرآن کریم نے برات مسیح

کی تہمت قتل اور مصلوبیت سے بیان فرمائی جیسا کہ اصل واقعہ یعنی رفع مسیح
علی السماء کو ذکر کیا - کیونکہ رفع الی اللہ - اور رفع علے السماء مساوق ہیں للغرض
کتب سابقہ میں سے جس مضمون کی تکذیب قرآن کریم یا احادیث صحیحہ متواترہ سے
ہوگئی ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جس مضمون کا مصدق قرآن کریم ہو اُس کی نقل
بطریق استشہاد لا من حیث الاعتقاد جائز ہوگی - جیسا کہ حدیث بخاری بلّغوا عنی ولو
آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج الخ کے عمل کی یہی صورت ہے - اور جس کی
تصدیق اور تکذیب دونوں سے قرآن کریم ساکت ہو - اُس کے بارہ میں مومن کو چاہئے
کہ مطابق حدیث شریف لا تصدقوھم ولا تکذبوھم کے نہ تصدیق اُس کی کرے
اور نہ تکذیب - تفسیر ابن کثیر - بناءً علیہ جس مقام میں روایت اناجیل کی مطابق بعض
قرآن کریم یا احادیث متواترہ کے نقل اس کی جائز ہے جیسا کہ رسولوں کے اعمال
پہلا باب - ۹ ورس - اور وہ یہہ کہکے اُن کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور
بدلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپا لیا - ۱۰ - اور اس کے جاتے ہوئے جب
وے آسمان کیطرف تک رہے تھے دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس
کھڑے تھے - ۱۱ - اور کہنے لگے اے جلیلی مردو تم کیوں کھڑے آسمان کیطرف دیکھتے
ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اُسی طرح جس طرح
تم نے اُسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا - اس میں فقرہ (پھر آویگا) مطابق
آیۃ وان من اہل الکتاب الخ اور آیۃ وانہ لعلم للساعۃ اور احادیث نزول کے ہے

سوال افقہ الناس ابن عباس نے متوفیک کا معنے ممیتک کا لیا ہے بناءً علیہ
یٰعیسی انی متوفیک کا معنے یہ ہوا کہ اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں - اسی طرح
فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم - میں بھی - اس سے جب وفات مسیح بن
مریم ثابت ہو چکی تو بالضرور بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع سے رفع روحانی لینا پڑے گا -
اور احادیث نزول المسیح واجب التاویل ہونگی - کیونکہ مرنے کے بعد ارواح مقربین
بشہادت قیل ادخل الجنۃ اور فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور احادیث صحیحہ -

جنت میں داخل ہوتی ہیں۔ بعد ازاں بموجب آئیت وماہم منہا بمخرجین جنت سے نکالی نہیں جاتیں۔ بناءً علیہ مسیح بن مریم بعد مرجانے کے دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آسکتے۔ **جواب** افقہ الناس ابن عباس کا فیصلہ ہم کو بسر وچشم منظور ہے مگر پہلے آپ علی رؤس الاشہاد اقرار کر لیویں کہ ہم بھی افقہ الناس کے قول سے منحرف نہ ہوں گے انسان معاملہ سے پہچانا جاتا ہے۔ ناظرین ازالہ اور ایام الصلح سے معلوم کر سکتے ہیں کیا آپنے قصۂ عود ایلیا سے جو کتاب سلاطین مین مذکور ہے اپنے دعویٰ پر تمسک نہیں پکڑا۔ اور اُسی کتاب میں صعود ایلیا بجسدہ العنصری جو مذکور ہے پھر اوس سے منحرف نہیں ہوئے۔ یا مسیح کے مصلوب ہونے میں پہلے اناجیل اربعہ سے کام لے کر بعد ازاں رفع جسمی سے جو کتاب اعمال میں صراحۃً مذکور ہے منحرف نہیں ہوئی۔ یا توفی کے معنے موت لینے میں ابن عباس کو اَعْلَمْ بالقرآن سمجھ کر مقتدیٰ بنا کے اور اُن کی اتباع کا دم بھر کے بعد ازاں آئیت بل رفعہ اللہ الیہ اور ایسا ہی ولکن شبہ لہم اور ایسا ہی فلما توفیتنی۔ اور ایسا ہی قبل موتہ کے معنے میں جو وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ میں مذکور ہے۔ اور ایسا ہی وانہ لعلم للساعۃ ان سب میں قول افقہ الناس ابن عباس کو سلام نہیں کہا۔ یا اجماع اُمت مرحومہ کو عقیدہ رفع جسمی مسیح پر پہلے اجماع کو رانہ ازالہ اوہام میں اور اہل اجماع کو حزب نادان اور بے حیا ایام الصلح قرار دے کر پھر سب کے عقیدہ کو مطابق اپنے عقیدہ کے بدلائل داہیہ ازالہ اور ایام الصلح میں ثابت نہیں کیا۔ اور احادیث نزول اور ظہور دجال کو پہلے بعض کو ضعیف اور بعض کو مضطرب اور بعض کو مخالف توحید ٹھہرا کر بعد ازاں اونہیں کا مصداق خود ہی نہیں بن گئے۔ بعد اس کے اولاً تو یہ معروض ہے کہ اثر مذکور ابن عباس کا بواسطہ علی بن ابی طلحہ کے مروی ہے۔ اور اہل الجرح والتعدیل کو اُس مین کلام ہے چنانچہ قسطلانی نے تضعیف اور عدم ثبوت ملاقات اُس کی کو ساتھ ابن عباس کے ذکر کیا ہے۔ اور تقریب میں ہے۔ علیؒ بن ابی طلحۃ سالم مولیٰ بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس رضؓ ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی۔ انتہی

وفی الخلاصۃ قال احمد لہ اشیاء منکرات ۔ وفی المیزان قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات قال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباس ۔ اور ثانیاً بر تقدیر صحت کے مثبت اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ معنی مذکور کو یعنی ممیتک مذہب ابن عباس رض کا قرار دیا جاوے بلکہ جائز ہے کہ منجملہ مباحثات یومیہ صحابہ کرام کے بطریق بیان احتمال ہو ۔ پہلے مفسرین کے زمانہ میں چونکہ اسالیب تقریر منقح ہونے میں نہیں آئے تھے لہذا تقریر احتمالی اُن کی تقریر بالجزم سے مشتبہ ہو جاتی ہے ۔ مثلاً ابن عباس رض آیۃ فامسحوا برؤسکم وارجلکم کے متعلق فرماتے ہیں لا اجد فی کتاب اللہ الا المسح لکنہم ابوا الا الغسل ۔ یعنی قرآن کریم میں بغیر مسح پاؤں کے مَیں نہیں پاتا ہوں لیکن یہ لوگ یعنی صحابہ کرام نہیں مانتے مگر غسل کو ۔ اب جو شخص حقیقت روزمرہ مباحثہ صحابہ رض سے واقف نہوگا ۔ وہ مسح قدمونکو مذہب ابن عباس رض کا سمجھ لے گا ۔ حالانکہ ابن عباس رض کو ایک اشکال کی تقریر کرنی منظور ہے ۔ تاکہ امتحان کریں کہ علماء عصر اس اشکال کے دفع میں کیا کہتے ہیں ۔ مذہب آپکا وہی غسل قدمین ہے ماںحن فیہ میں بھی محتمل ہے کہ تفسیر متوفیک کی ممیتک کے ساتھ اسی قبیل سے ہو ۔ اور یہ کوئی خیال نفرماوے کہ اس تقریر پر نقل سے امان اُٹھ جائیگا کیونکہ محتمل مذکور پر آثار صحیحہ ابن عباس کے جو متعلق بل رفعہ اللہ الیہ ۔ اور وان من اہل الکتاب الخ اور وانہ لعلم للساعۃ کے بالاسناد لکھ چکا ہوں شاہد ہیں ۔ ماسوا اون کے احادیث نزول مرویہ ابن عباس کی بھی مؤید احتمال مذکور ہیں و ذکر العینی ۔ وروی ابو نعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس ان عیسی اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بہا تسع عشرۃ سنۃ الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسی علیہ السلام وھم جذام فیولد لہ فیہم ویقیم تسع عشرۃ سنۃ انتہی ۔ اور ثالثاً اگر ابن عباس رض کا مذہب بھی مانا جاوے تاہم عقیدہ اجماعیہ اسلامیہ کو مضر نہیں کیونکہ ابن عباس رض بلحاظ نص بل رفعہ اللہ الیہ جس میں موت طبعی کا معنی لینا ممکن نہیں جیسا پہلے گذر چکا ہے آیۃ یعیسی انی متوفیک ورافعک الی میں بعد ارادہ معنی ممیتک کے

قائل بہ تقدیم وتاخیر ہے۔ اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوہر
عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک یعنی
رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان۔ درمنثور۔ حاصل۔ ابن عباس سے قول اللہ
تعالےٰ انی متوفیک ورافعک الیّ میں تقدیم وتاخیر مروی ہے یعنی یوں عبارت آئی
ہے کہ رافعک ثم متوفیک فی اٰخر الزمان اور ایسا ہی تفسیر عباسی میں بھی۔
اور ظاہر ہے کہ کوئی باعث قول تقدیم وتاخیر کا آیۂ مذکورہ میں سوائے تطبیق کے مابین
نصوص کے نہیں۔ شواہد تقدیم وتاخیر کے آیات قرآنیہ میں یہ ہیں۔ قول باریتعالیٰ فقالوا
ارنا اللہ جہرۃ میں بھی ابن عباس سے تقدیم وتاخیر مروی ہے۔ یعنی انہوں نے
یوں تفسیر کی فقالوا جہرۃ ارنا اللہ۔ اور ابن حاتم نے قتادہ سے قولہ تعالےٰ فلا تعجبک
اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوٰۃ الدنیا میں تقدیم
وتاخیر روائت کی ہے یعنی فرمایا کہ اصل عبارت اس طرح ہے فلا تعجبک اموالھم
ولا اولادھم فی الحیوٰۃ الدنیا انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الاٰخرۃ۔ اور
مجاہد سے قولہ تعالیٰ انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا قیما یعنی
انزل علےٰ عبدہ الکتاب قیما ولم یجعل لہ عوجا مروی ہے۔ اور قتادہ سے
قولہ سبحانہ انی متوفیک ورافعک الیّ میں انی رافعک الیّ ومتوفیک
مروی ہے۔ اور عکرمہ سے قول باری عز اسمہٗ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم
الحساب میں لھم عذاب شدید یوم الحساب بما نسوا مروی ہے۔ اگر زیادہ
مرویات صحابہ کرام وتابعین رض وغیرہ در بارہ تقدیم وتاخیر دیکھنے منظور ہوں تو بالتفصیل
تفسیر اتقان سے ملاحظہ فرمائیں۔ ونیز فاطر السمٰوات والارض بدیع السمٰوات
والارض خلقکم والذین من قبلکم۔ کذلک یوحی الیک والی الذین
من قبلک۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الخ
میں معطوف باعتبار تحقق خارجی کے معطوف علیہ سے مقدم ہے اور قرآن شریف میں
ہزاروں مثالیں موجود ہیں جنمیں معطوف معطوف علیہ سے تحقق میں مقدم ہے۔ الغرض

آپ کو قول ابن عباس کا متوفیک ممیتک فقط مفید نہیں ہو سکتا جب تک قول اُن کا متعلق فلما توفیتنی کے بھی ارادہ معنی موت کے لئے ذکر نہ کریں اور بعد اِس کے آثار مرویہ کو جو متعلق نصوص مذکورہ کے ہیں ساقط عن الاعتبار ٹھرائیں - یا ہم قول ابن عباس کا متعلق فلما توفیتنی کے جو دال ہو ارادہ معنی غیر موت پر بیان کرتے ہیں - اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس ان تعذبہم فانہم عبادک یقول عبیدک قد استوجبوا العذاب بمقالتہم وان تغفرلہم ای من ترکت منہم ومد فی عمرہ (یعنی عیسی علیہ السلام حتی اہبط من السماء الی الارض یقتل الدجال فنزلوا عن مقالتہم ووحدوک واقروا انا عبیدٌ وان تغفرلہم حیث رجعوا عن مقالتہم فانک انت العزیز الحکیم - جلال الدین سیوطی در منثور - ایسا ہی تفسیر عباسی میں توفیتنی کا معنی رفعتنی مذکور ہے - اگر آپکو ابن عباس کا مسلک لینا ضروری ہے تو قبول فرماویں - یہ تو نہ ہو کہ تارک صلوۃ نے تمسک آیۃ ولا تقربوا الصلوۃ سے پکڑا دوسرے نے کہا میاں ابھی مضمون پورا نہیں ہوا وانتم سکارے کو بھی ساتھ ملاحظہ کرو جس کا مضمون یہ ٹھرا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو تو متمسک نے کہا کہ سارے قرآن پر تمہارا باپ عمل کرتا ہوگا - ہم سے اگر ایک آیت پر بھی ہو تو بڑی بات ہے - قول ابن عباس اگر قابل احتجاج ہے تو اُس کو اول سے آخر تک ملاحظہ فرما دیں - پھر دیکھئے رفع جسمی کس طرح کھُلے کھُلے طور پر شہادت تفسیر ابن عباس ثابت ہوتا ہے - اب ناظرین بانصاف سمجھ چکے ہوں گے کہ تفسیر ابن عباس کا پیرو اور متبع کون ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مرزا صاحب نے اتباع ابن عباس کو تو بجائے خود چھوڑا اولٹا بہتان صحابی پر باندھا جیساکہ امام بخاری کے اوپر کہ وہ بھی حدیث نزول ابن مریم میں مثیل ابن مریم مراد لیتے ہیں بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا یعنی وفات مسیح بن مریم - میں کہتا ہوں امام بخاری تو احادیث نزول کے تراجم میں آیات سورۂ مریم اور آل عمران کو لاکر بعد ازاں بیان احادیث فرماتے ہیں - اب ہر ایک منصف سمجھ سکتا ہے کہ اگر آیات قرآنی میں ذکر مسیح بن مریم کا ہے جو نبی وقت تھے تو اُن احادیث میں بھی اُن کا ذکر ہو گا

اور اگر آیات میں ذکر خیر جناب مرزا صاحب کا ہے تو احادیث میں بھی مثیل بن مریم مراد ہوگا - میں نہایت متعجب ہوں کہ مرزا صاحب ازالہ اوہام میں بڑے زور سے علمائے اسلام پر اعتراض کرتے ہیں (کہ حدیث بخاری والذی نفسی بیدہ الخ میں مولوی صاحبان فقرۂ یکسر الصلیب اور ایسا ہی یقتل الخنزیر میں تو تاویل سے کام لیتے ہیں اور ابن مریم سے مثیل اُن کا مراد لینے میں ماوّل کو ملحد قرار دیتے ہیں) معروض خدمت ہے کہ علمائے اسلام کس طرح پر تاویل کر سکیں بعد ازاں کہ نصوص قرآنیہ سے بتفسیر ابن عباس رفع جسمی اور نزول مسیح صاحب انجیل کے ساتھ ایمان لا چکے ہوں اور پیشین گوئیاں حلفی اور تاکیدی طور پر اوسے مسیح کے بارہ میں آنحضرت صلعم سے بطریق تواتر معنوی سن چکے ہوں جس میں امکان تاویل بمثیل ہی گنجائش نہیں رکھتا مثلاً شب معراج میں مسیح بن مریم کا بوقت گفتگو ہونے کے قیام قیامت کے بارہ میں فرمانا کہ تعیین وقت تو میں نہیں کہ سکتا مگر میرے ساتھ میرے رب نے عہد کیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تو زمین پر اُتر کر دجال اور قوم یاجوج ماجوج کو ہلاک نہ کرے گا الخ - تفسیر درمنثور اور ابن کثیر اور خازن - اخرجہ احمد - جیسا کہ بیان کیا گیا اسناد اور متن اس حدیث کا احادیث نزول میں - جس کا اول یہ ہے قال احمد حدثنا هشیم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم عن مؤثر بن غفارة عن ابن مسعود عن رسول الله صلعم قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسی وعیسی علیهم السلام الخ - اور بھی روائیت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ساتھ اسناد دوسرے کے - شاید مرزا صاحب ہی نے شب معراج میں بیان معاہدہ رب کا جواب مذکور ہوا ہے کیا ہو - اس مضمون کا اقرار کرنا بہ نسبت باقی افتراءات کے اُن کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں - الغرض علمائے اسلام بعد ایمان بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کس طرح حدیث مذکور میں ابن مریم سے مثیل اُن کا مراد لیویں اور اپنے ایمان کو ضائع کریں اور دنیا میں بھی مولوی کے مولوی رہیں - جناب مرزا صاحب کو اتنا فائدہ تو ہے کہ لقب عیسویت اور شان مہدویت چند سادہ لوحوں کے سامنے حاصل کیا علماء بیچاروں کو کیا

فائدہ - جناب عالی یہی وجہ ہے علما کی ابن مریم سے مثیل اُن کا مراد نہ لینے کی - باقی رہا فقرہ یکسر الصلیب اور ایساہی و یقتل الخنزیر میں تحذر حقیقت دلیل ہے ارادہ مجاز کی - شاید آپکے نزدیک وقوع مجاز ایک فقرہ کلام میں دلیل ہے - سب کے سب فقرات کلام کے مجاز ہونے پر - ایسے خانہ زاد اصول کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں - اور رابعًا تطبیق بین الآیات میں بعد اسکے کہ استشہاد و بمحاورہ قرآنیہ و عرف قرن اول و لغت کی ہو کچھ ضرور نہیں کہ وجہ تطبیق ایک ہی معنے اور احتمال میں منحصر رکھی جاوے - ابن عباس اور سائر مفسرین صحابہ میں سے بعد مراعاۃ مذکور کے وجوہ تطبیق میں اقوال متعددہ بیان فرماتے ہیں بلکہ بحسب لایکون الرجل فقیہا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوہا کثیرۃ - کی کمال تفسیر دانی کا معیار عدم حصر کو ٹھیرایا گیا ہے اب ہم لفظ توفی کا معنے سوائے معنے موت کے قرآن کریم اور لغت سے ثابت کرکے وجہ تطبیق بین الآیات بیان کرتے ہیں - کہ توفّی ماخوذ ہی وفا سے - وفا کا معنے پورا ہونا کہتے ہیں فلانی چیز وافی کافی ہے - یعنی پوری - ایفاء کا معنے پورا کرنا - اور توفّی تفعّل ہے - بمعنے استفعال کے یعنے استیفاء جس کا ترجمہ پورا لینا - لغت کی کتابیں مثل صحاح اور صراح اور قاموس وغیرہ او ایساہی تفاسیر سب متفق ہیں معنے مذکور پر - اور یہ امر بھی نہایت ہی قابل غور ہے کہ لغت اور تفاسیر میں مستعمل فیہ کو بیان کرتے ہیں گو کہ موضوع لہ نہ بھی ہو بلکہ فرد ہی اس کا ہو یا کسی نوع کا علاقہ معنے موضوع لہ سے رکھتا ہو جیساکہ لفظ الٰہ جس کا معنے معبود مطلق ہے واجب ہو یا ممکن اور الٰھہ بمعنے معبودات مطلقہ کے کواکب ہوں یا بُت یا آدمی - حالانکہ بہت جگہ اہل لغت اور مفسرین بھی تفسیر الٰھہ کی اصنام کے ساتھ کردیتے ہیں - صراح وغیرہ کتب لغت کو الٰھہ کے متعلق دیکھیں - اور تفسیر ابن عباس کو متعلق امواتٌ غیر احیاء کے ملاحظہ فرماویں - کہ امواتٌ اصنامٌ لکھتے ہیں - سلیم الطبع پر ظاہر ہے کہ اصنام یعنی بُت معنے موضوع لہ لفظ آلھہ کا نہیں بلکہ ایک فرد ہی معنے موضوع لہ کا جو معبودات مطلقہ اوپر بیان کیا گیا ہے - بودے لوگ اردو خوان زعمی مولوی ایسے مقامات کو دیکھ کر دھوکھا کھاجاتے ہیں یعنی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ بھی بیان معنے وضعی کا ہے - بلکہ اُسی کو حصر کے طور پر بہ نسبت اس مطلق کے موضوع لہ قرار دیتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ مطلق کو فرد سے ممتاز نہیں کرسکتے - الغرض الفاظ مشتقہ میں معنے حقیقی کبھی اور ہوتا ہی اور مستعمل فیہ اور مانحن فیہ میں بھی مرزا صاحب اور اُنکے اتباع کو یہی دھوکہ لگا ہوا ہے - لغت کی کتابوں میں جو دیکھا کہ توفی کا معنے موت بھی ہے - اور صحیح بخاری میں متوفیک کی تفسیر ابن عباسؓ نے ممیتک - سے کی تو اسی اشتباہ مذکور میں پڑ گئے -

میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ آلِہ اور اموات کا بمعنے اصنام ہی خیال کرتے ہوں گے ۔ ورنہ توفی سے معنے موت ہی کا لینے میں ایسے مستحکم نہ ہوتے ۔ فی الواقع یوں ہے کہ توفی اور استیفا میں بجز پورا لینے کے اور کچھ ماخوذ نہیں ۔ توفی نے جس کے ساتھ تعلق پکڑا ہے دیکھا جائے گا وہ کیا چیز ہے ۔ روح ہوگی یا غیر روح ۔ اگر روح ہے تو پکڑنا روح کا پھر منقسم ہے دو قسموں پر ۔ ایک تو اُس کا پکڑنا مع الامساک یعنی پکڑنے کے بعد نہ چھوڑنا ۔ اس کا نام تو موت ہی ۔ موت کے مفہوم میں دو امر توفی کے مفہوم سے علاوہ اعتبار کئے گئے ۔ ایک روح دوسرا اساک ۔ دوسرا قسم توفی کا نیند ہے جس کے مفہوم میں قید روح اور ارسال یعنے چھوڑ دینا ماخوذ ہے ۔ الحاصل موت اور نیند دونوں فرد ہوئے توفی کے ۔ تفسیر کبیر ابن کثیر شرح کرمانی صحیح بخاری اور متعلق توفی کا اگر غیر روح ہو تو وہ بھی یا جسم مع الرّوح ہوگا جیسا کہ انی متوفیک یا اور چیز جیسا کہ توفیت مالی ۔ قاموس ۔ بیان اس امر کا جو مذکور ہو چکا ہے یعنی توفی کا معنے فقط کسی شے کا پورا لے لینا ہے عام اس سے کہ وہ شے روح ہو یا غیر روح ۔ اور بر تقدیر روح ہونے کے مقید بارسال ہو یا بامساک نص سے بھی ثابت ہی یعنی قرآن کریم کی اُس آئت سے جس سے خداوند کریم کو اظہار تصرف اور قدرت اپنی کا اسی پیرا میں منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ ارواح کو بعد القبض کہیں تو بند کر رکھتا ہے اور کبھی چھوڑ دیتا ہے ۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الخ اللہ تعالیٰ قبض فرماتا ہے ارواح کو حالت موت اور نیند میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ موت میں اساک اور نیند میں ارسال ماخوذ ہے ۔ اس آئتہ میں تو استعمال لفظ توفی کا مشترک میں ظاہر ہے یعنی فقط قبض اور ارواح مدلول ہے لفظ انفس کا اور آئت وھو الذی یتوفٰکم باللیل الخ میں مستعمل ہے نیند میں جو فرد ہے مفہوم توفی کا یعنی قبض کا ۔ اور آئتہ والذین یتوفون منکم الخ وغیرہ آیات میں مدلول اُسکا موت ہی ۔ جو منجملہ افراد اُسے توفی کے ہے ۔ یعیسی انی متوفیك ورافعك الی میں اور ایسا ہی فلما توفیتنی میں بھی بمعنے موت کا مطابق بعض نظائر قرآنیہ اور

غیر قرآنیہ کے جیسا کہ توفی اللہ زیدا توفی اللہ عمروا توفی اللہ بکرا وغیرہ وغیرہ لیا جاتا۔ اگر
نص بل رفعہ اللہ الیہ کی رفع جسمی مسیح بن مریم پر شہادت نہ دیتی جیسا کہ لکھ چکا ہوں یا آیات
وان من اہل الکتاب الخ اور وانہ لعلم للساعۃ اور احادیث صحیحہ جو دال ہیں اُسی رفع جسمی پر
استلزاماً وارد نہ ہوتیں کیونکہ جب ایک شخص کا بخصوصہ نص سے حکم معلوم ہوجائے
تو عموم آیات میں جو برخلاف اُس حکم کے ہوں داخل نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ لفظ جو
مستعمل اُس کے بارہ میں ہے محمول ہوتا ہے اپنے نظائر پر۔ دیکھو آدم علیہ السلام
کی پیدائش کا حال جب نص خلقہ من تراب سے معلوم ہوچکا تو پھر الم نخلقکم من ماء مہین
اور ایسا ہی خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب سے مستثنیٰ ہے۔ اور
قول قائل کا خلق اللہ آدم محمول نہ ہوگا اپنے نظائر پر۔ یعنی خلق اللہ زیداً خلق اللہ بکراً وغیرہ
وغیرہ جو لکھہا کروڑہا سے زائد ہیں۔ یعنی یہ نہ کہا جائیگا کہ کیفیت خلقت آدم وغیرہ
بنی نوع یکساں ہے ایک معنی کا بکثرت مستعمل فیہ ہونا دلیل ارادہ اُس کی درصورت
قیام قرینہ صارفہ کے جو یہاں پر نص بل رفعہ اللہ الیہ کی ہے نہیں ہوسکتی۔ اب
ہر ایک صاحب فہم اور منصف پر ظاہر ہوگیا ہوگا کہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک
الیّ اور ایسا ہی فلما توفیتنی میں توفی سے معنی موت کا لینا اور تقدیم تاخیر نہ کہنی
اور معنی موت کے ارادہ پر شہادت نظائر مثل والذین یتوفون منکم وغیرہ وغیرہ
پیش کرنی۔ منشاء اس کا بغیر از جہالت اور کیا قرار دیا جاوے۔ تعجب ہے کہ جناب
مرزا صاحب ازالہ اور ایام الصلح میں کہیں تو استعمال لفظ توفی کو حسب محاورہ قرآن
کریم معنی موت ہی میں منحصر کہتے ہیں اور کہیں وجہ اطلاق توفی کی نیند پر النوم اخ
الموت کو قرار دیتے ہیں۔ ایک تو دہوکا موضوع لہ کے فرد کو عین موضوع لہ سمجھنے کا
کھایا۔ اور دوسرا اطلاق المطلق علے بعض افرادہ کو از قبیل اطلاق الفرد علی الفرد
سمجھ لیا۔ ازالہ صفحہ ۳۳۲۔ اور پھر بعد دعوئے حصر مذکور کے قائل باستعمال توفی نیند
میں بھی حسب محاورہ قرآن کریم ہوئے۔ الغرض آیۃ یعیسیٰ انی متوفیک میں یا
تو معنے موت کا لیکر مع قول بہ تقدیم تاخیر فی الآیت اور فلما توفیتنی سے معنے رفع کا

ابن عباس رضؓ کی طرح لیناپڑے گا۔ یا ہر دو جگہ معنے قبض کا لیوینگے۔ پھر مکرر عرض کرتا ہوں کہ جب حسب نص بل رفعہ اللہ الیہ کے رفع جسمی اور حیات الی الآن مسیح کی ثابت ہو چکی تو پھر آپ کو تاویل احادیث پر کونسا باعث رہا کیونکہ باعث تاویل تو یہی تھا کہ آپ متوفیک اور فلما توفیتنی سے موت مسیح ثابت کرکے رفع کو قرب منزلت اور نزول کو ظہور پر محمول فرماتے تھے اور مسیح بن مریم سے بطریق استعارہ مثیل مسیح لیتے تھے۔ لتشریح سب آیات کی حسب محاورہ قرآن کریم وشہادت سیاق جس سے اثبات حقیت عقیدہ اجماعیہ کا کامل طور پر ہو گیا لکھ چکا ہوں۔ بعد عدم تعذر معنے حقیقی بلکہ واجب الارادہ ٹھیرنے اُس کے وقوع استعارات کی اگر لاکھوں نظیریں آپ بیان فرماویں تو بھی مانحن فیہ میں دلیل ارادہ مجاز نہیں ہو سکیں گی میں کہتا ہوں آپ علماء کرام سے بڑے اصرار سے ہر معنے پر شہادت محاورہ قرآنیہ طلب فرماتے ہیں آپ لفظ عیسیٰ بن مریم سے مثیل اُنکا مراد لینے پر محاورہ قرآنی یا سوائے مانحن فیہ یعنی احادیث نزول کی کوئی حدیث صحیح بتلا دیں۔ ہرگز نہیں بتلا سکتے۔

نہایت حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ آجتک مسیح موعود یعنی آپنے حسب فقرہ لیقتل الخنزیر و یکسر الصلیب کے ساری کرہ زمین کے اوپر سے فقط اپنے معتقدوں کو مسلمان کیا۔ کیا بغیر ان کے یہود و نصاریٰ و ہنود سب حق پر ہیں اور یہی بیچارے خنزیر خور اور صلیب پرست علاوہ تمام دنیا کے تھے جنکو آپ ہی نے قتل اور کسر فرما کے موحد بنایا۔ ہرگز نہیں یہ لوگ تو اول ہی سے موحد تھے۔ **سوال** ابن عباس کی تفسیر جو متعلق آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اہل الکتاب اور وانہ لعلم للساعۃ اور فلما توفیتنی کے ہے بخاری میں تو مذکور نہیں اُس میں فقط متوفیک کی تفسیر ممیتک مذکور ہے۔ **جواب** عدم ذکر بخاری دلیل عدم صحت کی نہیں ہو سکتی۔ امام بخاری خود فرماتے ہیں ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیرا من الصحاح لحال الطول۔ یعنی بہتیری حدیثیں صحیحہ میں نے ذکر نہیں کیں اپنی کتاب جامع یعنی صحیح بخاری میں۔ نہایت تعجب ہے کہ اگر عدم ذکر امام بخاری دلیل صحیح نہونے کی ہے تو پھر آپ استدلال اُن احادیث سے

جو بخاری میں نہیں کیوں پڑتے ہیں مثلاً لا مہدی الا عیسیٰ - لو کان موسیٰ وعیسیٰ الخ
وغیرہ وغیرہ - یا بغیر بخاری کے اور کوئی کتاب قابل استشہاد نہیں تو ازالۂ اوہام کے صفحہ
میں آپ کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان کے حوالے
کیوں دیتے ہیں - ہم بھی اُسی ابن کثیر کو پیش کرتے ہیں - **سوال** آیۃ یعیسیٰ انی
متوفیک ورافعک الی میں تقدیم تاخیر کہنا اور ترتیب قرآنی کو بگاڑنا - اور ایسا ہی
فلما توفیتنی سے معنی رفع کا مراد لینا یہ الحاد اور تحریف ہے قرآن سے لیکر تفسیروں میں اول
آخر تک بلکہ صحاح ستہ میں بھی انہی معنے کا یعنے موت کا التزام ہے ازالہ اوہام کے
صفحہ ٦٠١ - اور صفحہ ٩٢٢ کا خلاصہ یہ ہے - **جواب** میں نے پہلے ہی عرض کیا
تھا کہ آپ ابن عباس کی اتباع سے آخرکار منحرف ہوویںگے اب ویسا ہی ظاہر ہوا
مزید براں العیاذ باللہ انکو ملحد اور محرف بھی ٹھیرایا جیسا کہ باقی مفسرین اہل اسلام کو
سلف سے خلف تک جنہوں نے معنی قبض یا رفع کا لیا ہے - جناب عالی اتنی جرات
اور گستاخی ایک عامی مسلمان کے بارہ میں بھی نہ چاہیئے چہ جائے کہ صحابہ کرام اور
ائمہ سلف کے حق میں - ناظرین آیات قرآنیہ کو جن میں وقوع تقدیم وتاخیر سب کے
نزدیک واجب التسلیم ہے پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ فرماویں - اور معنی رفع اور قبض
توفی سے مراد لینا بشہادت قرآن کریم پہلے اسی رسالہ میں ثابت ہو چکا ہے - آپ
ازالہ اوہام کے صفحہ ٣٠٣ میں فرماتے ہیں "غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ
آسمان پر چڑھ گیا - اور اُسی جسم کے ساتھ اُترے گا - نہایت لغو اور بے اصل بات ہے
صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں - بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین ٣٠٠ سو یا چار سو کا نام لیجئے
جو اس بارہ میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں ورنہ ایک یا دو آدمی کے بیان کا نام اجماع
رکھنا سخت بددیانتی ہے" - میں عرض کرتا ہوں قرآن اور حدیث اور اجماع اُمت مرحوم
تو اس بیان کی شہادت دے رہی ہیں پھر معلوم نہیں لغو اور بے اصل کیوں ٹھیرایا
جاتا ہے - ہاں آپ کے مسیح موعود ہونے میں بیشک خلل انداز ہیں - اسی خلل اندازی
کی وجہ سے سب اہل اسلام سلف سے خلف تک ملحد قرار دیئے گئے - یا ہادی اہدنا الصراط المستقیم

آپ پہلے کسی مسئلہ اجماعیہ میں روایات صحابہ باسانید اور بقید اسامی تین چار سو تک بیان
فرماویں بعد ازاں ہم تین چار ہزار تک بیان کرینگے۔ اجی حضرت آپ ایسی مغالطوں اور دھوکہ
دینے سے اردو خوانوں اور عوام کو کس لیئے گمراہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کے نام فارسی رسالہ میں
آپ دیکھ لیویں اور اسمیں بھی دیکھ چکے ہوں گے۔ پھر جبتک آپ پانچ دس کا بھی انکار ثابت
نہ کریں تو اجماع منقوض نہ ہوگا۔ حضرت من صحابہ کو قرآن کریم کے واقعات منصوصہ
کے ساتھ ایمان تھا اور چونکہ اہل لسان اس مضمون کو آیت مذکورہ سے بلا تکلف اور
بلا احتمال غیر رفع جسمی کے سمجھ چکے تھے تو پھر کیا ضرورت واقع ہوئی جو موجب ذکر
اس مضمون کا بین الصحابہ اختلافیات کی طرح ہو بلکہ یہی بڑی دلیل ہے اِس کے
مجمع علیہ ہونے پر۔ آپ ہی کسی قصہ میں قصص قرآنیہ سے جو صریح طور پر سمجھے گئے ہیں
مثلاً قصہ اصحاب کہف میں اقوال صحابہ کے دس تک بھی ذکر فرماویں۔ پانسو کی آپ کو
معافی ہے۔ اِسی لیئے آجتک ذکر نزول مسیح نص محکم قرآنی سے علماء کرام تلاش کرتے
آئے بخلاف صعود جسمی کے کہ وہ تو صراحتہً مذکور تھا۔ **سوال** ہم نے مانا کہ ابن
عباس آیۃ یٰعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں تقدیم اور تاخیر کے قائل ہیں
مگر وجہ تقدیم ماحقہ التاخیر کی کیا ہے یعنی مقدم ذکر کرنا متوفی کا جس کا وقوع بعد نزول کے
ہوگا۔ **جواب** مسیح بن مریم کے ذہن میں بعد مشورہ یہود کے یہی امر موجب قلق و
اضطراب ہوا کہ یہود ہی حسب تشاور میرے متوفی اور ذریعہ وفات ہوں گے۔ لہذا
پہلے ہی سے اللہ جل شانہ نے بہ تقدیم لفظ متوفیک سے دفع مرکوز خاطر انکا بصیغۂ حصر
فرماکر پھر رافعک سے تسلی بخشی۔ اگرچہ متوفیک تحقق میں موخر ہے۔ جاننا چاہیئے کہ
فرق ہے مابین سَاَتَوَفّٰکَ اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں کہ ضمیر متکلم کا مسند الیہ اور مشتق یعنی
متوفی کا مسند بنانا مفید حصر ہے یعنی میں ہی تیرا متوفی ہوں ایسا نہیں جیسا تمہارے
ذہن نشین ہوا ہے کہ میرے توفی کا ذریعہ یہود ہوں گے۔ بلاغت کا مقتضی یہی ہے
کہ حسب حال مخاطب القاء کلام کیا جاوے بخلاف سَاَتَوَفّٰکَ کے کہ وہ مطابق حال مخاطب
نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو کہ ایسا ہی فرق ہے مابین اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ بصیغہ مشتق اور اِنِّیْ

سا تو فنک ہیں کہ مضارع فقط حدوث فعل توفی سے خبر دیتا ہے بخلاف صیغۂ مشتق کے
کہ مزید براں صفت مختصہ پر حسب محاورہ دلالت کرتا ہے یعنی تمہارا مارنا میری ہی صفت
مختصہ اور میرے کرہی ذمہ پر ہے ۔ مثلاً یہ قول کہ میں ہی تجکو دونگا ۔ اِس میں اور اِس
قول میں کہ میں ہی تیرا دینے والا ہوں ۔ فرق ہے کہ پہلا فقط وعدہ دینے پر مشتمل ہے
اور دوسرا مزید براں افادہ اس مضمون پر کہ دینا تمہارا میرا ہی کام اور میرے کرہی شان ہے
الغرض انی متوفیک سے وہ اطمینان دہی مستفاد ہوتی ہے جو دوسرے صیغوں میں نہیں
علے ہذا القیاس معنی قبض کو بھی حسب تقریر مذکور خیال فرماویں ۔ اسی طرح یہود کا کہنا انا
قتلنا مفید اختصاص او حصر ہے جو اُن کے فخر کا موجب حسب زعم اُن کے قرار دیا گیا ۔
یعنی ہم نے ہی یہ بڑا کام کیا نہ کسی اور نے ۔ لہذا قتلنا پر بغیر انا کے کفایت نہیں کی ۔ اور
پھر متعلق فعل یعنی مسیح کو موصوف بنا کر ذکر کیا ہے یعنی انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن
مریم رسول اللہ کہا اور انا قتلنا المسیح پر اکتفا کی یہ دلیل ہے اسپر کہ مناط افتراء اور
موجب خوشی اونکا فقط صدور فعل یعنی قتل نہیں بلکہ وقوع قتل کا محل خاص پر یعنی مسیح
بن مریم جو رسول خدا کہلاتے ہیں ۔ بعد تمہید ہذا اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید اور تکذیب
میں جو وما قتلوہ وما صلبوہ فرمایا بعد ادنےٰ تامل کے ناظرین کی سمجھ میں آسکتا ہے
کہ اِس کی یعنی ما قتلوہ وما صلبوہ کی مناط بھی اوسی نسبت وقوع پر ہے یعنی مسیح
کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ نسبت صدوری پر یعنی صدور نفس قتل پر ۔ اس تقریر سے
بعد غور کے محاورہ دان عقلمند پر بطلان تقریر جناب مرزا صاحب کا جو ازالہ اوہام میں متعلق
وما قتلوہ وما صلبوہ کے اُنہوں نے لکھی ہے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے مناط تردید
کی نسبت صدوری کو سمجھا ہے اور آیات مذکورہ کی تفسیر میں روایات اُن لوگوں سے لی
ہیں جنکی تکذیب اور تضلیل قرآن کریم انہیں آیات سے فرماتا ہے ۔ افسوس جہالت ایسی مرض
ہے کہ ہزاروں اُردو خوانوں سادہ لوحوں کو یوماً فیوماً مُہلک ہو رہی ہے نہ تو مثل صحابہ
کی مہارت لسانی اور اشراق نور ہے کہ راہ راست پر فہم مراد میں چلیں اور نہ استعداد
علمی کہ فصاحت اور بلاغت اور سیاق اور مقتضی حال کے ملاحظہ کرنے کے بعد معنی مراد کو

سمجھیں فقط مشعل راہ ایک شخص خانہ زاد کو جو مسمی لقانون قدرت ہی بنا رکھا ہے اللہ ہدایت کرے۔ اس قانون قدرت کی ماہیت سمجھنی ہو تو رسالہ فارسی کے مقدمہ کو ملاحظہ فرماویں۔ **سوال** بیضاوی تفسیر کبیر تفسیر ابن کثیر۔ معالم التنزیل۔ کشاف وغیرہ نے توفی سے معنی موت کا لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۱ میں استشہاداً ذکر کیا ہے۔ **جواب** یہ استشہاد اُن کا ویسا ہی ہے جیسا کہ ابن عباس کے قول سے پکڑا تھا۔ سب تفاسیر کے دیکھنے سے ناظرین اس دہوکہ سے بھی مطلع ہو سکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے حکم کو زیر نظر رکھکر اِنّی مُتوفیک ورافعک الیّ کے معنی میں دو مسلک اختیار کرتے ہیں ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یعنی تقدیم تاخیر بر تقدیر ثبوت ارادہ معنی ممیتک کا متوفیک سے۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے بالفعل اُٹھانیوالا ہوں اور بعد نزول تجھے مارنیوالا ہوں۔ اور دوسرا متوفیک سے معنی قبض اور رفع کا لینا۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے پکڑنیوالا اور اُٹھانیوالا ہوں۔ اور بعض مثل صاحب کشاف کے متوفیک کو کنایہ ٹھیراتے ہیں عصمتہ اور بچا لینے سے۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے یہود کے ایذا سے بچانیوالا ہوں۔ جناب مرزا صاحب نے ممیتک کو جو تفسیر معنی کنائی کے ضمن میں صاحب کشاف کے قول میں واقع ہے معنی متوفیک کا سمجھ لیا ہے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ اس احتمال کو یعنی متوفیک سے معنی ممیتک لینے کو تو خود صاحب کشاف بعد اس کے تضعیف کر رہا ہے۔ عبارت کشاف کی یہاں پر نقل کیجاتی ہے تاکہ ناظرین اس دہوکہ سے بھی مطلع ہو جاویں۔ **مُتَوَفِّيكَ** اے مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم۔ **وَرَافِعُكَ إِلَيَّ** الی سمائی ومقر ملائکتی **ومطھرک من الذین کفروا** من سوء جوارھم وخبث صحبتھم **وقیل** متوفیک قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ **وقیل** ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن **وقیل** متوفی نفسک بالنوم من قولہ والتی لم تمت فی منامھا ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء، انتہیٰ۔ رفع جسمی مسیح کا چونکہ بل رفعہ اللہ الیہ سے صراحتہً۔ اور وان من

اہل الکتاب الخ اور وانّہٗ لعلم للسّاعۃ اور احادیث صحیحہ متواترہ سے اُستلزاماً
ثابت اور مؤمن بہ اہل اسلام کا سلف سے خلف تک ہو چکا۔ اور بظاہر آیۃ یعیسیٰ
انی متوفیک ورافعک الی۔ منافی اس کی معلوم ہوتی تھی کیونکہ مفاد اس کا
یہ نکلتا ہے کہ اے عیسےٰ میں تجکو مار کر بعد ازاں اٹھانیوالا ہوں لہذا ابن عباس رضی
عنہ نے رفع منافات یوں فرمائی کہ آیت میں تقدیم تاخیر ہی یعنی میں تجھ کو اوّل اٹھانے
والا ہوں آسمان کیطرف اور بعد از نزول تجھ کو مارنیوالا ہوں۔ اور باقی مفسرین نے
کسی نے تو توفی سے معنے قبض کا لیا اور کسی نے نیند کا۔ سب کا مقصود یہی تھا کہ یہ
آیت مخالف نہ ہو اس نص بل رفعہ اللہ الیہ سے جس کا مدلول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی بوضاحت تامہ التزاماً بیان ہو چکا ہے۔ صاحب کشّاف نے ان سب مسالک
کو ضعیف سمجھ کر حتی کہ ممیتک کو بھی جیسا کہ قیل ممیتک فی وقتک الخ سے تمریض
اور تضعیف اس کی ظاہر ہے ایک اور راستہ پکڑا وہ کیا انی متوفیک کنایہ ہے عاصمک
سے یعنی میں تمہارا بچانیوالا ہوں شر یہود سے۔ استیفاء اجل اور عصمت لازم
میں توفی کو بعد ملاحظہ حصر کے جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کی مسند الیہ اور مشتق کے
مسند بنانے سے یعنی جب اللہ ہی اُن کا مارنیوالا ہوا بغیر مداخلت ایذا یہود کے
تو ضرور ہی معنے استیفاء اجل اور عصمت کا متحقق ہوگا۔ اس معنے کنائی کی
تشریح میں صاحب کشاف نے ومعناہ انی عاصمک الخ ذکر کیا اب قول اس کا
وممیتک حتف انفک یہ معنے کنائی کے ضمن میں داخل ہوا نہ یہ کہ مراد متوفیک
سے ممیتک ہے اس کو تو خود صاحب کشاف وقیل ممیتک فی وقتک الخ سے
تضعیف کر رہا ہے۔ اور وجہ تضعیف کی یہ ہی کہ استیفاء اجل بسبب مشتمل ہونے
اُس کے تاخیر اجل پر منافی حیات اور زندگی بسر کرنی مسیح کی آسمان پر نہیں بخلاف
ممیتک کے کہ بغیر انضمام قیود خارجہ عن المدلول کے یعنی الان اور بعد النزول
دفع منافاۃ میں مفید نہ ہوگا **سوال** انی متوفیک سے معنے ممیتک بشہادت محاورہ
قرآنیہ کیوں نہ لیا جائے۔ اور ایسا ہی فلما توفیتنی میں اور بل رفعہ اللہ الیہ کے رفع

روحانی جیسا کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور
آیت وَاِن من اھل الکتاب الخ کا معنی جو تفسیروں میں لکھا ہے وہ بالکل غلط
اور مستلزم وقوع کذب ہے کلام الٰہی میں کیونکہ جب مفاد آیۃ یہہ ٹھرا کہ ہر ایک یہود
بعد نزول مسیح اوسکے ساتھ ایمان لاویگا تو جو یہود کہ قبل از نزول اوس کے
فوت ہو چکے ہیں وہ تو اس آیۃ کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے پھر استغراق
آیۃ کا جو وانّ من اھل الکتاب سے مستفاد ہے صحیح نہ ہوا۔ معنی صحیح اوس کا
یہہ ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر
جو ہمنے اہل کتاب کے خیال کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان نہ رکھتا ہو قبل موتہٖ
یعنی قبل اسکے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے
مرگیا یہہ معنی جناب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۷۲ پر بیان کیا ہے
اور اسکے بعد اس معنی کا اوسیوقت الہام ہونا حلفاً بیان کیا ہے اور بڑے شکر
اور محامد اسکے ہونے پر کی ہیں اور علماء زمان کو مولویوں ناداں لقب دیکر اونکا
محروم ہونا ایسے راز سربستہ سے ذکر فرمایا ہے انہیں صفحات پر ناظرین ملاحظہ کرلیویں
جواب پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ نص بل رفعہ اللہ الیہ کی قطعی طور پر دلیل صارف
ہے ارادہ کرنے سے معنے موت کے متوفیک اور فلما توفیتنی سے ہاں صرف متوفیک سے
بعد التزام قول بہ تقدیم و تاخیر فی الآیۃ کے لے سکتے ہیں اور یہہ مانع ہونا اس نص کا ارادہ
معنی مذکور سے بوجوہ ثلثہ ثابت ہے۔ وجہ اوّل اثر ابن عباس ہے متعلق اس نص کے
وجہ اول جسمیں احتمال اسرائیلی ہونے کا ہرگز نہین ہو سکتا کیونکہ اہل کتاب قبل از واقعہ صلیب مرفوع
ہونے مسیح کے قائل ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ ابن عباسؓ اپنی رائے سے بھی نہین
فرماتے کیونکہ یہہ مضمون اثر مذکورہ بالا کا محض نقلی ہے۔ بعد دفع احتمالات یہی ثابت ہوا
کہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ وجہ دوئم مستفاد ہے
وجہ دوم ولکن شبہ لہم سے کیونکہ بعد تعیین معنی (صلیب پر نہ چڑہانے کے) ماصلبوہ سے بشہادت
لغت جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں صورت تشبیہ یا التباس کی یہی ٹہری کہ مصلوب پر مسیح کا

حلیہ ڈالا گیا نہ یہ کہ التباس فی القتل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح کو بکلیتہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے
ایذا یہود سے بچا کر اپنی طرف اٹھا لیا۔ یعنی آسمان پر۔ تیسری وجہ ہونا آئیتہ وما قتلوہ وما
صلبوہ کا از قبیل قصر قلب منجملہ اقسام قصر الموصوف علے الصفتہ کے۔ اور تنافی الوصفین
اگرچہ بنا بر تحقیق شرط نہیں قصر قلب کے لئے مگر احد الوصفین کا ملزوم نہ ہونا دوسری
وصف کے لئے بالاتفاق ضروری ہے تا کہ مخاطب کا اعتقاد برعکس ما یذکرہ المتکلم کے
متصور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں رفع عزت لازم ہے موت بالقتل کو درصورت
ہونے مقتول کے منجملہ عباد مقربین کے۔ اور ارادہ رفع روح کا موت طبعی کے
طور پر مستلزم ہے جمع کو بین الحقیقتہ والمجاز حسب زعم آپ کے کیونکہ آپ درصورت
ہونے کلمہ الیٰ کے صلہ رفع کا اس ترکیب کو مجاز فی التقرب ٹھیراتے ہیں۔ اور نیز مقتضی
ہے وقوع کذب کو آئیتہ مذکورہ میں العیاذ باللہ کیونکہ محکی عنہ منتفی ہے بعد ملاحظہ ماضویت
اضافیہ کے ...... اس تقریر سے ظاہر ہوا بطلان قول بعض نحاۃ کا جو قائل ہیں
بانحصار کلمہ بل کے معنی انتقال ہی میں کیونکہ آئیتہ مذکورہ منجملہ افراد قصر قلب سے ہے
جس میں متکلم کو زعوم مخاطب کا ابطال مقصود ہوتا ہے۔ آپ جو بڑے زور وشور سے
شہادت نظائر لفظ توفی سے ارادہ معنی موت پر پیش فرماتے ہیں بعد مانع ہونے نص مذکور
کے ارادہ مذکور سے مسموع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ میں عرض کرتا ہوں بالفرض اگر نص مذکور
مانع نہ بھی ہوتا ہم شہادت مذکورہ علت موجبہ ارادہ معنی موت کے لئے متوفیک اور فلما
توفیتنی سے نہیں ہو سکتی۔ ایک لفظ ہزار جگہ اگر ایک ہی معنے میں مستعمل ہو تو بھی بعد
قیام قرینہ صارفہ کے اس سے اور معنی مغائر معنی اوّل کے لے سکتے ہیں۔ وہ قرینہ اگرچہ حدیث ہی ہو
اخبار احاد میں سے یا کوئی اور۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے کہ ہر جگہ قرآن کریم میں بعل کا معنی
زوج ہے۔ مگر اتدعون بعلاً میں بعل سے مراد بت ہے۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں
اسف کا معنی حزن ہے مگر فلما آسفونا کا معنی فلما اغضبونا یعنی غصہ دلایا انہوں نے
ہم کو۔ اور ہر جگہ قرآن کریم میں مصباح سے مراد کوکب ہے مگر مصباح جو سورہ نور میں ہے
اس سے مراد چراغ ہے۔ ہر جگہ قرآن کریم میں صلوۃ سے مراد عبادت یا رحمت ہی مگر بیع و

وصلوات ومساجد میں صلوات سے مراد اماکن یعنی مقامات ۔ ہر جگہ قرآن کریم میں کنز سے
مراد مال ہے مگر کنز جو سورۂ کہف میں ہے اُس سے مراد صحیفہ علم کا ہے ۔ ہر جگہ قرآن
کریم میں قنوت سے مراد طاعت ہی مگر کل لہٗ قانتون میں قانتون کا معنی اقرار کرنیوالی
ہے ۔ ہر جگہ بروج سے مراد کواکب ہیں مگر فی بروج مشیدۃ میں بروج سے مراد محل پختہ
ہے ۔ نظائر اِس کے اور بھی بکثرت موجود ہیں تفسیر اتقان اور مقدمہ رسالہ فارسی سے
ملاحظہ فرماویں ۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر جگہ توفی کا معنی قرآن کریم میں موت یا نیند ہے مگر فلما
توفیتنی میں قبضتنی یا رفعتنی یا اخذتنی وافیاً مراد ہے بقرینہ بل رفعہ اللہ الیہ کے ۔ اور
ایسا ہی متوفیک سے بر تقدیر عدم تقدیم وتاخیر کے ۔ بڑا تعجب ہے کہ ما نحن فیہ میں
احادیث متواترہ بھی نہیں سنی جاتیں ۔ ہم تو بجب مطالبہ آپ کے نص قرآنی محکم فی
المراد اور احادیث صحیحہ عرفا وکشفا جنکا کشف آپ کے نزدیک مسلم ہے یعنی محی الدین
بن عربی اور جلال الدین سیوطی جن کے اقوال سے الہام کی حجت ہونے کے بارہ میں
آپ استشہاد پکڑتے ہیں یہ سب پیش کرتے ہیں ۔ مگر آپ بھی عیسی بن مریم کے لفظ سے
معنی مثیل کا مراد لینا بمحاورہ قرآن کریم کے نہ سہی کسی حدیث صحیح سے بغیر ما نحن فیہ کے
گو کہ غریب ہی ہو دکھلائیں ۔ یہ بھی سہی کسی ثقہ یا غیر ثقہ کی کلام میں بغیر تعذر ارادہ معنی
حقیقی کے نشان دیویں ۔ میں جانتا ہوں آپ جلدی سے لکل عیسی دجال پڑھ دینگے
مگر یہاں تو کل استغراقی وصف کلی منتزع من الشخص کا خواہان ہے یعنی لکل محق مبطل
باقی اشعار وغیرہ میں جو اطلاق عیسیٰ کا طبیب حاذق یا معشوق وغیرہ پر آیا ہے ۔
بعد تعذر ارادہ معنی حقیقی کے ہی ما نحن فیہ میں آپ کے نزدیک بڑی قوی دلیل تعذر
ارادہ معنی حقیقی کی اور فلما توفیتنی تھی وہ بھی نہ رہی ۔ لفظ رفع اور نزول کی بھی یہی
کیفیت ہے ۔ جو سن چکے ہیں ۔ جلال الدین سیوطی نے جو احادیث نزول کی بیان
کی ہیں تفسیر درمنثور میں ملاحظہ فرماویں ۔ اور ما قبل میں بھی گذر چکے ہیں ۔ اب حدیث
شیخ اکبر کی جس میں تاویل بمثیل عیسیٰ ممکن نہیں ہے بیان کیجاتی ہے بگوش دل سنو اگر
دل داری ۔ قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر فی الباب السادس

م متوفیک

والثلثين من الفتوحات بعد سوق الاسناد مرفوعا عن ابن عمر قال كتب
عمر بن الخطاب الى سعد بن ابى وقاص وهو بالقادسية ان وجه نضلة
بن معاوية الانصارى الى حلوان العراق فليغر على نواحيها فوجهه مع جماعة
فاصابوا غنيمة وسبيا وانقلبوا يسوقون الغنيمة والسبى حتى رهقت
بهم العصر وكادت الشمس تغرب فالجاء نضلة السبى والغنيمة الى
سفح الجبل ثم قام فاذن فقال الله اكبر الله اكبر فقال مجيب
من الجبل كبرت كبيرا يا نضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا الله فقال هي
كلمة الاخلاص يا نضلة ثم قال اشهد ان محمد رسول الله فقال
هذا هو الذى بشرنا به عيسى بن مريم وانه على راس امته تقوم الساعة
ثم قال حى على الصلوة فقال طوبى لمن مشى اليها وواظب عليها ثم قال
حى على الفلاح قال قد افلح من اجاب محمدا صلى الله تعالى عليه
وسلم وهو البقاء لامته ثم قال الله اكبر الله اكبر قال كبرت كبيرا
ثم قال لا اله الا الله قال اخلصت الاخلاص يا نضلة حرم الله جسدك
على النار قال فلما فرغ من اذانه قمنا فقلنا من انت يرحمك الله ملك
انت ام ساكن من الجن ام من عباد الله اسمعتنا صوتك فارنا شخصك
فانا وفد الله ووفد رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفد عمر بن الخطاب
قال فانفلق الجبل عن شخص هامته كالرحى ابيض الراس واللحية
عليه طمران من صوف فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته
فقلنا وعليك السلام ورحمة الله وبركاته من انت يرحمك
الله قال انا زريب بن برثملا وصى العبد الصالح عيسى بن مريم اسكنني
هذا الجبل ودعا لى بطول البقاء الى نزوله من السماء فيقتل الخنزير و
يكسر الصليب ويتبرأ مما نحلته النصارى ثم قال ما فعل نبى الله صلى
الله عليه وسلم قلنا قبض فبكى بكاء طويلا حتى خضبت لحيته بالدموع

عبارت من الفتوحات
زريب وصى عيسى عليه السلام

ثم قال فمن قام فیکم بعدہ قلنا ابوبکر قال ما فعل بہ قلنا قبض
قال فمن قام فیکم بعدہ قلنا عمر قال اذن فاتنی لقاء محمد فاقرؤا
عمر منی السلام وقولوا له یا عمر سدد وقارب فقد دنا الامر واخبروہ
بهذہ الخصال التی اخبرکم بها وقولوا یا عمر اذا ظهرت هذہ الخصال
فی امته محمد علیه السلام فالهرب الهرب اذا استغنی الرجال
بالرجال والنساء بالنساء وانتصبوا فی غیر مناصبهم وانتموا الی غیر موالیهم
ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترک الامر
بالمعروف فلم یؤمر به وترک النهی عن المنکر فلم ینه عنه وتعلم عالمهم
العلم لیجلب به الدنانیر والدراهم وکان المطر قیظا وطولوا المنابر
وفضضوا المصاحف وزخرفوا المساجد واظهر الرشی وشید البناء
واتبعوا الهوی وباعوا الدین بالدنیا واستخفوا الدماء وانقطعت الارحام
وبیع الحکم واکل الربا وصار التسلط فخرا والغنی عزا وخرج الرجل
من بیته وقام الیه من هو خیر منه ورکبت النساء السروج قال ثم
غاب عنا فکتب بذلک نضلة الی سعد وکتب سعد الی عمر فکتب
عمر الیه اذهب انت ومن معک من المهاجرین والانصار حتی تنزل
بهذا الجبل فاذا لقیته فاقرءہ منی السلام فان رسول الله صلی الله
علیه وسلم قال ان بعض اوصیاء عیسی بن مریم نزل بهذا الجبل بناحیة
العراق فنزل سعد فی اربعة الاف من المهاجرین والانصار حتی
نزل بالجبل وبقی اربعین یوما ینادی بالاذان فی وقت کل صلوۃ
فلم یجدہ - ترجمہ فرمایا ابن عمر نے کہ میرے والد عمر بن الخطاب نے سعد بن وقاص
کی طرف لکھا کہ نضلہ انصاری کو حلوان عراق کیجانب روانہ کرو تاکہ اُس کے گرد ونواح
میں لوٹ مار کریں پس روانہ کیا سعد نے نضلہ انصاری کو جماعت مجاہدین کے ساتھ
ان لوگوں نے وہاں پہنچکر بہت مال غنیمہ کا حاصل کیا اور اُن سب کو لیکر واپس ہوئے تو

توآفتاب غروب ہونیکے قریب تہاپس نضلہ انصاری نے گہبراکراُن سب کو پہاڑ کے کنارے
ٹہیرایا اور خود کہڑے ہوکر اذان دینی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ کے
اندر سے ایک مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ تو نے بہت خدا کی بڑائی کی۔ پھر نضلہ نے
اشہدان لا الٰہ الا اللہ کہا تو اُسی مجیب نے جواب میں کہا کہ اے نضلہ یہ اخلاص کا کلمہ ہے
اور جس وقت نضلہ نے اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو اُسی شخص نے جواب دیا کہ یہ نام
پاک اُس ذات کا ہے جس کی بشارت عیسیٰ بن مریم نے ہم کو دی تھی اور یہ بھی فرمایا تہا کہ
اسی نبی کی امت کے اخیر میں قیامت قایم ہوگی۔ پھر نضلہ نے حی علی الصلوۃ کہا تو
مجیب نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے لِئے جس نے ہمیشہ نماز ادا کی۔ پھر جس وقت
نضلہ نے حی علے الفلاح کہا تو مجیب نے جواب دیا کہ جس شخص نے محمد صلعم .....
کی اطاعت کی اُس شخص نے نجات پائی۔ پھر جب فضلہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو وہی پہلا
جواب مجیب نے دیا۔ جب نضلہ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر اذان ختم کی تو مجیب نے فرمایا کہ ای نضلہ
تم نے اخلاص کو پورا کیا تمہارے بدنکو خداوند کریم نے آگ پر حرام کیا۔ جب نضلہ اذان سے
فارغ ہوئے تو صحابہ کرام کھڑے ہوکر دریافت کرنا شروع کیا کہ اے صاحب آپ کون ہیں
فرشتہ یا جن یا انسان۔ جیسے اپنی اواز آپنے ہم کو سنائی ہے اُسی طرح اپنے آپ کو
دکھائیے۔ اس واسطے کہ ہم خدا اور اُس کے رسول اور نائب رسول عمر بن الخطاب کی
جماعت ہیں۔ پس پہاڑ پھٹا اور ایک شخص باہر نکل آئے جنکا سر مبارک بہت بڑا چکی
کے برابر تہا۔ اور سر اور داڑہی کے بال سفید تھے۔ اور اُنپر دو پرانے کپڑے صوف کے تھے اور السلام
علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا ہم نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر دریافت کیا کہ آپ
کون ہیں فرمایا کہ میں زریب بن برتملا وصی عیسیٰ بن مریم ہوں۔ مجکو عیسی علیہ السلام نے
اس پہاڑ میں ٹھیرایا ہے۔ اور اپنے نزول من السماء تک میری درازی عمر کیلئے
دُعا فرمائی۔ جب وہ اُتریںگے تو خنزیر کو قتل کرینگے اور صلیب کو توڑینگے اور بیزار ہونگے
نصاری کے اختراع سے۔ پھر دریافت کیا کہ وہ نبی صادق بالفعل کس حال میں ہیں
ہم نے عرض کی کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ اُس وقت بہت روئے یہانتک کہ آنسو بہی

تمام داڑھی بھیگ گئی ۔ پھر پوچھا اُن کے بعد کون تم میں خلیفہ ہوا ہم نے جواب دیا کہ
ابو بکر ۔ پھر فرمایا کہ وہ کیا کرتے ہیں ۔ ہم نے کہا کہ وہ وفات پا گئے ۔ فرمایا کہ اُن کے بعد
کون تم میں خلیفہ ہے ہم نے عرض کیا کہ عمر رضہ ۔ پھر فرمایا کہ محمد صلعم کی زیارت تو مجھ سے نہ ہوئی
پس تم لوگ میرا سلام عمر رضہ کو پہنچا ئیو اور کہیو کہ اے عمر عدل و انصاف کر اسواسطے کہ قیامت
قریب آگئی ہے اور یہ واقعات جو میں تم سے بیان کروں گا اُن سے عمر رضہ کو خبر دار کیجئیو اور کہیو
کہ اے عمر رضہ جس وقت یہ خصلتیں محمد صلعم کی امت میں ظاہر ہو جائیں تو کنارہ کشی کے سوا
سفر نہیں ۔ جس وقت مرد مردوں سے بے پرواہ ہوں اور عورت عورتوں سے اور منقرر
ہوں گے اپنے خلاف منصب کے ۔ اور ادنے النسب والے اعلیٰ کی طرف اپنے آپ کو
منسوب کریں ۔ اور بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں ۔ اور چھوٹے بڑوں کی توقیر و عزت چھوڑ دیں
اور امر بالمعروف اِس طرح متروک ہو جائے کہ کوئی اُس کے ساتھ مامور نہ کیا جائے ۔ اور
نہی عن المنکر ایسے چھوڑ دیں کہ کسیکو اُس سے نہ روکیں ۔ اور اُن کے عالم علم کی تعلیم بغرض
حصول دنیا کریں ۔ اور گرم بارشس ہو ۔ اور بڑے بڑے منبر بنائیں ۔ اور قرآن مجید کو
نقرئی و طلائی کریں اور مسجدوں کی از حد زینت کریں ۔ پھیلائیں رشوت ۔ اور پختہ پختہ
مکانات بنائیں ۔ اور خواہشات کی اتباع کریں ۔ اور دین کو دنیا کے بدلے بیچیں ۔ اور
خونریزیاں کریں ۔ اور صلہ رحمی منقطع ہو جائے ۔ اور حکم فروخت کیا جائے ۔ اور بیاج
کھایا جائے ۔ اور حکومت فخر ہو جائے اور دولت مندی عزت بن جائے ۔ اور
ادنے اشخص کی تعظیم اعلیٰ کرے ۔ اور عورتیں زین پر سوار ہوں ۔ پھر ہم سے غائب
ہو گئے ۔ پس اِس کو نضلہ نے سعد کی طرف لکھا اور سعد نے حضرت عمر کی طرف پھر
حضرت عمر نے سعد کو لکھا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر اُس پہاڑ کے پاس اُترو جس وقت
اُن سے ملو تو میرا سلام اُن کو پہنچائیو ۔ اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعض وصی عراق کے پہاڑوں میں اُترے ہوئے ہیں ۔ پس سعد
چار ہزار مہاجرین اور انصار کے ہمراہ اُس پہاڑ کے قریب اُترے ۔ ۔ اور چالیس
روز تک ہر نماز کے وقت اذان کہتے رہے ۔ مگر ملاقات نہ ہوئی ۔ اِس کے بعد حضرت

شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ اگرچہ ابن ازہر کی وجہ سے اسناد حدیث میں محدثین کے نزدیک کلام ہے مگر ہم صاحب کشف والوں کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے ۔ اور پھر شیخ نے ۳۶۰ باب میں حدیث نواس بن سمعان کی ذکر فرمائی ہے جس میں ینزل عیسی بن مریم بالمنارۃ البیضاء شرقی دمشق الخ ہے اور جابجا شیخ قدس سرہٗ فتوحات مکیہ میں نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر فرماتے ہیں اور اسی فتوحات میں شیخ فرماتے ہیں کہ میں ان مضامین کی تحریر اور بیان میں بالکل معری اور خالی ہوں ۔ خود خداوند کریم ان کا بیان کرنیوالا ہے ۔ و نیز فرماتے ہیں کہ ہذا ما حدلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اب ہم بعد پیش کرنے حدیث کشفی محی الدین بن عربی صاحب کی جو باسناد اوپر لکھی گئی ہے معروض کر سکتے ہیں کہ آپ زریب بن برتملا اپنے حواری کو جس کو لشہادت حدیث مذکور آپنے کوہ عراق میں رہنے کا حکم فرمایا تھا آپکے نزول من السماء تک ہمیں دکھلائیں ۔ یا شب معراج میں قیامت کے بارہ میں جو مذاکرہ آپ کا باقی انبیاء کرام علی نبینا و علیہم صلوات اللہ و سلامہ ہوا ہے سنائیں ۔ اس کے بعد ہم ایک اور حدیث زبدۃ العارفین رئیس المکاشفین حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں ۔ و قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد اللہ بن أبی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انہ قال فی قولہ تعالی انی متوفیک یعنی وفاۃ المنام رفعہ اللہ فی منامہ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ ۔ فرمایا ابن ابی حاتم نے حدیث کی مجھکو باپ میرے نے احمد سے انہوں نے عبد اللہ ابن جعفر سے جعفر نے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع سے ربیع نے حسن سے فرمایا حسن نے بیچ قول اللہ تعالیٰ کے انی متوفیک اٹھایا اللہ نے عیسی علیہ السلام کو نیند میں اور کہا حسن نے فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بیشک عیسیٰ فوت نہیں ہوئے وہ لوٹیں گے تمہاری طرف قبل قیامت کے ۔ اور اخراج کیا اس حدیث کو ابن جریر نے بھی تفسیر ابن کثیر اور در منثور یونس بن عبید جو منجملہ اصحاب حسن بصریؓ میں سے ہے کہتا ہے پوچھا میں نے حسن بصری سے

کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روائیت کرتے ہیں باوجود اس کے کہ آپنے زمانہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ حسن بصری رضہ نے جواب دیا کہ انی احدث
الحدیث عن علی وما ترکت اسم علی فی الاسناد الا لملاحظۃ زمان الحجاج۔ یعنی میں بواسطہ
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے آنحضرت صلعم سے روائیت کرتا ہوں مگر نام علی کرم اللہ وجہہٗ
کا بلحاظ زمانہ حجاج کے ترک کردیتا ہوں۔ مولانا علی القاری غفرہ الباری شرح نخبہ
کی شرح میں فرماتے ہیں قال جمہور العلماء المرسل حجۃ مطلقاً بناءً علی
الظاہر وحسن الظن بہ انہ ما یروی حدیثہ الا عن الصحابی وانما
حذفہ بسبب من الاسباب کما اذا کان یروی الحدیث عن جماعۃ
من الصحابۃ لما ذکر عن الحسن البصری انہ قال انما اطلقہ اذا سمعتہ
من السبعین من الصحابۃ وکان قد یحذف اسم علیؓ ایضاً بالخصوص
لخوف الفتنۃ۔ اور شیخ الشیوخ محدثین اور صوفیہ کے شیخ شہاب الدین سہروردی
رحمہ اللہ عوارف کے چھٹے باب میں فرماتے ہیں قال الحسن البصری لقد
ادرکت سبعین بدریا کان لباسہم الصوف۔ سوال اگر کہا جاوے
کہ قتادہ کہتا ہے واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہۃ وما حدثنا
سعید بن المسیب عن بدری مشافہۃ الا عن سعد بن مالک۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب دونوں کو علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہٗ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ بدری ہیں
الجواب اولاً یونس بن عبید اور ملا علی قاری کا قول جو اوپر لکھ چکا ہوں مثبت ملاقات
حسن بصری کی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے ساتھ ہے اور نہ روائیت کرنا حسن بصری کا بدری
سے قتادہ کے سامنے اس کو ثابت نہیں کرتا کہ حسن بصری نے کسی کے سامنے روائیت
بدری سے نہ کی ہو اور حسن بصری کو ملاقات کسی بدری سے نہ ہو۔ کیونکہ قتادہ کہتا ہے
ما حدثنا الحسن یعنی ہمارے سامنے حسن نے بدری سے روائیت بطریق مشافہت
نہیں کی ہاں اگر قتادہ یوں فرماتے قال الحسن ما حدثنا بدری یعنی حسن بصری نے

قال الحسن البصری لقد
ادرکت سبعین بدریا کان
لباسہم الصوف

ملاقات حسن بصری
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ

کہاہے کہ ہمارے سامنے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی۔ یا قتادہ یوں کہتے کہ
حسن بصری رضہ نے سب احادیث جو اُن کو اصحاب کرام یا تابعین سے پہنچی
تھیں تمام صحیح طریق سے میرے سامنے بیان کیں۔ مگر کسی بدری سے روایت
نہیں کی تب البتہ ثبوت عدم ملاقات ہوسکتا تھا۔ اور ثانیاً قتادہ کے قول سے
فقط نفی حدثنا کی لازم آتی ہے جو اخص ہے سمعت سے۔ کرمانی شرح صحیح بخاری۔
اور قاعدہ ہے کہ سلب اخص کی مفید سلب اعم کو نہیں ہوتی چہ جائے کہ مفید ہو سلب
اعم الاعم یعنی ملاقات کو۔ ہرگز نہیں حسن بصریؓ کی روائیت اور ملاقات زبیر ابن العوام
سے بھی ثابت ہے جن کے بدری ہونے میں کچھ شک نہیں۔ قوام المحدثین جمال الدین
مزی تہذیب الکمال میں کہتے ہیں وہو اول من سل سیفا فی سبیل اللہ۔ روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روی عنہ الاحنف بن قیس والحسن
البصری۔ اور حافظ جلال الدین سیوطی رح حافظ زین الدین عراقی سے نقل فرماتے
ہیں قال الحسن رأیت الزبیر بایع علیا۔ اور امام احمد بن حنبل رح اپنی سند میں
فرماتے ہیں حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی قال حدثنا عفان قال حدثنا
المبارک قال حدثنا الحسن قال جاء رجل الی زبیر بن العوام الخ جمال الدین
مزی تہذیب میں فرماتے ہیں علی ابن ابیطالب شہد بدرا والمشاہد کلہا مع
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماخلا تبوک روی عنہ ابراہیم بن
عبداللہ بن حسین مرسلا وابراہیم بن عبداللہ بن عبد القاری
کذلک وابراہیم بن محمد ولد علی ابن ابیطالب والاحنف بن
قیس التمیمی وابنہ الحسن علی بن ابیطالب والحسن البصری وابنہ
الحسین بن علی بن ابی طالب، وسعیدؓ بن المسیب۔ اس سے تعارض درمیان
قول قتادہ کے کہ ماحدثنا سعید بن المسیب الخ اور عبارت قدوۃ المحدثین ابن الاثیر
جامع الاصول کی اسماء الرجال میں کہ سعید بن المسیب روی عن علی کی بھی۔ مرتفع ہوگیا
اس بحث کو زیادہ طول باعث ملالت ناظرین کے نہیں دیتا ہوں کسی صاحب نے

اگر کلام کی بعد ازاں لکھا جائیگا۔ الغرض حدیث مذکور جو حسن بصری سے مروی ہے اور حافظ ابن کثیر نے باسناد صحیح ذکر کی ہے یعنی قال رسول اللہ صلعم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم بوضاحت تامہ بل رفعہ اللہ الیہ کی اور ایسا ہی وان من اھل الکتاب الخ اور وانہ لعلم للساعۃ کی تفسیر فرما رہی ہے۔ ناظرین کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ عقیدہ اجماعیہ نصوص قرآنیہ سے علے حسب تفسیر القرآن بالقرآن اور مطابق تفسیر القرآن بالاحادیث الصحیحہ ثابت ہے۔ ومإذا بعد الحق الا الضلال۔ اور وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ کا مفاد حسب تقریر جناب مرزا صاحب یہ نکلا کہ ہر ایک اہل کتاب کو ایمان بہ بیان مذکورہ بالا حاصل ہے یعنی ہر ایک جانتا ہے کہ ہم عیسیٰ ع کے مقتول اور مصلوب ہونے میں شکک ہیں۔ اس تقریر میں دجانتا ہے اور ایمان رکھتا ہے) ترجمہ لَیُؤْمِنَنَّ کا ہوا۔ ناظرین انصاف فرماویں کہ مضارع مؤکد بہ لام اور نون تاکید کے ثقیلہ ہو یا خفیفہ محاورہ قرآن کریم میں الحمد سے والناس تک معنی استقبال میں ہی مستعمل ہے۔ ایک جگہ بھی بمعنی حال یا ماضی کے نہیں آیا۔ نظائر لَیُؤْمِنَنَّ کے قرآن کریم سے ملاحظہ فرماویں۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ۔ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ لَاَتَّخِذَنَّ۔ وَلَاُضِلَّنَّھُمْ۔ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ۔ لَاَقْعُدَنَّ۔ لَاٰتِیَنَّ۔ لَاَمْلَئَنَّ۔ لَتَعُوْدُنَّ۔ لَنُخْرِجَنَّکَ۔ لَاُقَطِّعَنَّ۔ لَاُصَلِّبَنَّ۔ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ لَیُسْجَنَنَّ۔ وَلَیَکُوْنًا۔ لَیَسْجُنُنَّہٗ۔ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔ وَلَنَصْبِرَنَّ وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ۔ لَاُزَیِّنَنَّ۔ وَلَاُغْوِیَنَّ۔ لَتُسْئَلُنَّ۔ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَکُمْ۔ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ۔ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ۔ لَاَحْتَنِکَنَّ۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْھِمْ۔ لَاَجِدَنَّ۔ لَاَرْجُمَنَّکَ۔ لَنَحْشُرَنَّھُمْ۔ لَنُحْضِرَنَّھُمْ۔ لَنَنْزِعَنَّ۔ وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ۔ وَلَتَعْلَمُنَّ لَاَکِیْدَنَّ۔ لَیُدْخِلَنَّھُمْ۔ لَاَجْعَلَنَّکَ۔ لَتَکُوْنُنَّ۔ لَاُعَذِّبَنَّہٗ۔ لَاَذْبَحَنَّہٗ۔ لَیَاْتِیَنِّیْ۔ لَنُنَجِّیَنَّہٗ۔ لَیَاْتِیَنَّھُمْ۔ لَیَقُوْلُنَّ۔ لَیَقُوْلُنَّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ۔ لَنَسْفَعًا۔ آپ ایک جگہ بھی قرآن کریم سے نہ سہی کسی اہل لسان کی کلام میں ہی دکھائیں کہ مضارع مؤکد بہ لام و نون ثقیلہ یا خفیفہ

معنے حال یا ماضی میں مستعمل ہو۔ دوسرا قَبْلَ مَوْتِہٖ کا جو آپنے معنے کیا ہے کسی جگہ
قرآن کریم میں قبل مضاف اور موتہ مضاف الیہ کے مابین لفظ اَنْ یُّوْمِنُوْا یا لفظ
ایمان کا مقدر مراد ہو۔ اس کی نظیر بھی دکھلائیں۔ کیونکہ آپ محاورہ قرآنیہ پر چلنے کا دعوےٰ
کرتے ہیں۔ اب اس مقام پر اتباع ابن عباس اور استشہاد حدیث صحیح بخاری کو
آپنے بالائے طاق رکھدیا۔ یہ تقریر مرزا صاحب کی چونکہ الہامی ہے لہذا مؤلف
رسالہ اعلام الناس فاضل امروہی صاحب کو بھی بمجبوری تسلیم کرنی ہوگی۔ بحسب
تقریر ہذا مرجع ضمیر (قبل موتہ) کا عیسیٰ بن مریم ہی ہے (حصہ دوئم اعلام الناس صفحہ ۵
سطر ۱۰۔ فاضل امروہی صاحب کو تو جناب مرزا صاحب نے اور آپ کو محاورہ قرآنیہ نے
صاف جواب دیدیا۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ میں ثم قال ابو ہریرۃ
واقرأوا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔

ناظرین پر بطلان تقریر مرزا صاحب بشہادت قرآن کریم ظاہر ہوگیا ہوگا۔ معنی آیۃ کا
حسب محاورہ قرآن مجید وہی ہے جو ابو ہریرہ اور ابن عباس اور سب مفسرین نے
لکھا ہے۔ اور دوسرا معنے جو ابن عباس سے مروی ہے غالباً منجملہ مباحثات یوسیہ سے
اور احتمال مرجوح نظم ذوالوجوہ کا ہے۔ لیؤمنن کے مستقبل ہونے میں تو سب
متفق ہیں۔ مگر ارجاع ضمائر میں اختلاف رکھتے ہیں۔ پہلے اس کے بشہادت سیاق
ترجیح ابن کثیر کی اسی معنے کو ذکر کرچکا ہوں۔ (کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور
ہی ایمان لائیگا مضمون بالا کے ساتھ یعنی مسیح کا مرفوع ہونا آسمان کیطرف اور یہود کے
ہاتھ میں مقتول اور مصلوب نہ ہونا) قبل از موت اپنی کے۔ یعنی جتنے یہود نزول مسیح
بن مریم کے وقت موجود ہوں گے وہ سب خلاف پہلے عقیدہ اپنے کے ایمان
بمضمون بالا لاوینگے۔ مطابق پیشنگوئی اس آیت کے ہمکو ایمان ہے کہ فرقہ مرزائیہ
بھی بروقت نزول مسیح کے اگر موجود رہا تو ضرور ہی اہل کتاب کی طرح ایمان بمضمون
بالا لائیگا۔ باقی رہا اعتراض مرزا صاحب کا اس معنی پر جس معنے کو ابو ہریرہ اور ابن عباس
وغیرہ مفسرین نے کیا ہے کہ بنابریں معنی کذب آیت میں لازم آئے گا۔ سنئے حضرت

آیۃ میں چونکہ الا بعد نفی کے واقع ہوا ہے یعنی اِنْ وان من اہل الکتاب میں بمعنے نفی ہے اور الّا اس کے بعد تو بنا بر قاعدہ مسلمہ کہ استثناء منفی سے مفید اثبات ہوتا ہے - آیت مذکورہ بھی کلام ایجابی بنی اور ثبوت ایک شئی کا دوسری چیز کے لئے چاہتا ہے کہ مثبت لہ یعنی وہ دوسری چیز پہلے موجود ہو - اب مطابق قاعدہ مسلمہ آیت مذکورہ میں ایمان لانا اُنہیں اہل کتاب کے لئے ہوا جو اُس وقت موجود ہوں گے - غیر موجودہ تو محکوم علیہ ہی نہیں - پھر کذب کہاں - ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۶۸ پر علماء کو مرزا صاحب بباعث لاحل سمجھنے اس اعتراض کے شرمندہ اور بیزبان لکھتے ہیں - اور بعد ازاں اس معنے ابوہریرہ اور ابن عباس اور مفسرین پر بعلاوہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بتلا رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اُس کے منکر خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کفر کیحالت میں مرینگے - تو یہ معنے بھی جو پیش کئے گئے ہیں بہ بداہت فاسد ہیں - مَیں کہتا ہوں احادیث کا مفاد یہی ہے کہ وتکون الملل ملۃ واحدۃ یعنی مسیح کے زمانہ میں کوئی ملت بغیر اسلام کے باقی نہ رہے گی یہ جب ہی ہوتا ہے کہ کوئی منکر اور کافر نہ رہے - جو موجود رہیں سب ایمان لائیں - اس میں کونسا فساد ہے - مثلاً اگر کہا جائے عرب شریف میں حجۃ الوداع کے بعد کوئی نہ رہا کہ مشرف باسلام نہ ہوا ہو - تو صحیح اور درست ہوگا اور صورت اِس کی یہی وقوع میں آئی کہ منکر اور کافر مارے گئے اور موجودہ مشرف باسلام ہوئے - احادیث صحیحہ میں فقرہ وتکون الملل کلہا ملۃ الاسلام اور ترتع الاسود مع الابل اور والنمار مع البقر اور والذئاب مع الغنم اور ویلعب الصبیان بالحیات اور وغیرہ وغیرہ جو قطعاً زمانہ حال میں متحقق نہیں آپکو مسیح موعود ہرگز نہیں بننے دیتے -

سوال فقرہ وتکون الملل کلہا ملۃ الاسلام کو معارض ہے آیۃ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین - چنانچہ فاضل امروہی صاحب اعلام الناس میں لکھتے ہیں - کیونکہ بحسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں - جواب اس فقرہ حدیث

اہل کتاب جو اُس وقت موجود ہوں گے

یہ بعد بعثت مسیح موعود ہرگز بننے نہ دیں

صحیح کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطالب اپنے کے آپ کاٹنا چاہتے ہیں آیۃ
میں استثنا، الّامن رحم ربک موجود ہے۔ اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے
استثناء زمان کو۔ لہذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملۃ واحدۃ
پر ممکن ہوگا۔ ضروری امر بمقتضیٰ آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ از جنہم
کا بہر دینا متحقق ہو۔ ہاں اگر بعد لایزالون مختلفین کے الّامن رحم ربک نہ ہوتا تب بوجہ
اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔ تعجب ہے کہ بااین ہمہ انہیں
احادیث بخاری سے آپ اپنا حلیہ ثابت کرتے ہیں کیونکہ آپ اور اتباع آپ کے فرماتے
ہیں کہ حلیہ حضرت مرزا صاحب کا گندمی رنگ۔ سیدھے بال یعنے گھونگر والے نہیں کندہوں
سے قریب کانوں کے لو کے نیچے تک لٹکتے ہوئے صحیح بخاری میں لکھا ہے ارانی اللیلۃ
عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل اٰدم کاحسن ماتریٰ من اُدم الرجال تضرب
لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر الخ اور اسی صحیح بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح
اوّل یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے سُرخ رنگ اور گھونگروال چوڑا سینہ فامّا
عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر۔ ناظرین یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے سُرخی اور
گندمی رنگت۔ دونوں کا راوی ابن عباسؓ ہی ہے ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر
والے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کی رنگت میں سُرخی مائل بسفیدی تھی ایسا ہی
بالوں میں جعودۃ غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے۔ ایسی صورت میں سُرخ رنگ بھی
کہنا درست ہے اور گندمی رنگ بھی۔ ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے۔ بخاری
میں جو عن مجاهد عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رأیت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم فاما عیسی فاحمر جعد عریض الصدر الخ
آیا ہے خطا بخاری رہ گئی ہے فی الواقع عن مجاہد عن ابن عباس الخ ہے دیکھو اخراجات
محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحییٰ بن آدم وغیرہ کے۔
عینی بخاری۔ اور مشکوۃ میں وعن ابن عباس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال رأیت لیلۃ اسری بی موسی رجلا اٰدم طوالا جعدا کانہ من رجال

شنوءة ورأيت عيسى رجلا مربوع الخلق الى الحمرة والبياض سبط الرأس الخ
متفق علیہ اِس حدیث میں ابن عباس ہی سُرخی سفیدی سے ملے ہوئے اور غیر گھونگر والے
بلحاظ نفی کمال کے بیان فرماتے ہیں - اب یہ احتمال (کہ عیسیٰ احمر اور ہے اور عیسیٰ آدم
یعنی گندم گون اور) اس لئے نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحسب دونوں
روائیت کے منجملہ واقعہ اسرا یعنی معراج کا ذکر فرماتے ہیں جن کے پہلے بروائیت مسلم
عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عرض علي الانبياء
مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ اُسی عیسیٰ کا ذکر ہے جو سالک انبیاء کرام علیٰ
نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں مثل موسیٰ وابراہیم کے داخل ہے نہ ذکر خیر مثیل عیسیٰ یعنی
مرزا صاحب کا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے دیکھا میں نے عیسیٰ اور مثیل اُنکا یعنی
مرزا صاحب کو اپنے اپنے حلیہ کے ساتھ - اس صورت میں ضروری تھا کہ بعد ذکر عیسیٰ علیٰ
نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل عیسیٰ کو بلفظ عیسیٰ استعارہ کے طور پر ذکر نہ کیا جاتا .
کیونکہ موجب خلط اور اشتباہ کا ہے بیان مقصود میں جو منافی ہے فصاحت اور بلاغت
کی - باقی رہی روائیت ابن عمرؓ ارانی اللیلة الخ اور انہیں کی دوسری روائیت بلفظ ..
بینا انا نائم الخ بخاری - تقریر مذکور سے وجہ بیان گندم گونی اور ایسے ہی حلف اُٹھانے
ابن عمرؓ کی نفی حمرۃ پر یعنی حمرۃ کاملہ ناظرین کو معلوم ہوسکتی ہے - ابن عمرؓ کا قول اس حدیث
میں لا واللہ صاف دلالت کرتا ہے اوپر وضع ما نسب الیہ الحمرۃ والادمة ورنہ نفی کی کوئی
وجہ نہیں بلکہ واجب تھا کہ فرماتے وہ سُرخ رنگت والا اور شخص ہے اور گندم گون اور
اس تقریر سے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ آنحضرت صلی اللہ صلعم اور صحابہ کرام بھی ایک
ہی مسیح بن مریم کا ذکر فرماتے - اور سُنتے رہے ہیں اور اُنہی عیسیٰؑ کو بنص محکم بل رفعه الله
اليه کی جیسا کہ بیان کر چکا ہوں مرفوع علے السماء اور اُنہی کو دوبارہ نازل من السماء مانتے رہے
ہیں - پس وہم امروہی صاحب کا اعلام الناس میں مرزا صاحب کے حلیہ کے بارہ میں جو
بخاری کی حدیث سے ثابت کرتے ہیں اس تطبیق سے دفع ہوگیا - اور نسب مرزا صاحب
کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں ص۵ لو کان العلم معلقا بالثریا لناله

رجل من ابناء فارس - جواب اوّلاً متفق علیہ شیخین کی حدیث میں اس طرح پر مذکور ہے
قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان
العلم الخ یہ حدیث آپنے سلمان فارسی رض کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھکر بیان فرمائی
جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے - اور ثانیاً اگر بلحاظ
جمعیت لفظ رجال اور ہؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہو گی - جناب
مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے - اور سمرقند
خراسان سے ہے نہ فارس سے جنکو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے اُنپر ظاہر ہے
اور ثالثاً اگر مراد رجل من ہؤلاء سے عجم لئے جاویں بلحاظ تقابل امیین کے پھر بھی لو کان
العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم مطابق بکتاب وسنت ہے نہ مخالف اُن کے
اور رابعاً بعد فرض تسلیم تطابق مسئلہ مسیح میں حدیث مذکور سے فقط تحصیل علم بہر
صورت اُس شخص کے لئے ثابت ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ شخص مسیح موعود ہو - پھر امروہی
صاحب صفحہ مذکور میں منجملہ علامات مسیح موعود کے جو مرزا صاحب میں موجود ہیں ابطال
دین نصرانیت اور اُس کے آثار کا مٹا دینا ذکر کرتے ہیں - جواب آج تاریخ ۵ شعبان
۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا - اور مسیح موعود عرصہ
سے آچکے ہیں - پھر امروہی صاحب موصوف ص ۵۵ پر اس حدیث کے ٹکڑے یعنی
لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد سے مصداق مرزا صاحب کو ٹھیراتے ہیں کیونکہ مرزا
صاحب نے بذریعہ اشتہارات کے روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام کو فرمایا
اور کسی نے قبول نہ کیا - جواب حدیث میں تو فلا یقبلہ احد مذکور ہے اُس کا مطلب یہ ہے
کہ مسیح موعود کے زمانہ میں چونکہ سب لوگ اہل اسلام ہی ہونگے اور سب کو رغبت عبادت
کی بغایت درجہ ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہوں گے چنانچہ اس پر فقرہ حتی تکون
السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیہا شاہد ہے - اِس لئے وہ مسلمان زاہد
عابد دنیا کو قبول نہ کرینگے نہ یہ کہ مخالفان اسلام بھی موجود ہونگے اور اُنکو بمقابلہ اظہار
حقیت اسلام بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائیگا - اور وہ قبول نہ کرینگے

ناظرین کو یہ بھی خیال رہے کہ اسلام فی نفسہ ایسا امر حق مطابق للواقع ہے کہ قیامت
تک کوئی مخالف اس کی غیر حقیقت کو ثابت نہیں کرسکتا اس میں محتاج زید عمرو کیط ف
نہیں جیساکہ فقرہ حدیث مسلم کا (ظاہرین الی یوم القیامتہ) اس پر شاہد ہے - اب
ہر ایک شخص بیان کنندہ حقیقت اسلام بالبراہین والحجج مسیح موعود نہیں ہو سکتا - الا
بعد از تحقق علامات جو احادیث میں مذکور ہیں - سوال آیۃ سبحان ربی ھل کنت
الا بشرا رسولا - آسمان پر چڑھنے اور اس سے اترنے کو تکذیب کر رہی ہے جواب
ہاں بیشک مگر حسب استنباط آپکے - جناب عالی سوق آیت کا بھی خیال فرماویں
وقالوا لن نؤمن لك حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ
من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما
زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملئکۃ قبیلا او یکون لک بیت من
زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ
قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا - آیۃ سبحان ربی الخ جو جواب میں قول
کفار کے واقع ہوئی ہے اگر دلالت کرتی ہے امتناع صعود اور نزول جسمی پر جیساکہ جناب
نے سمجھا ہے تو چاہیئے کہ جتنے امور قول کفار میں مذکور ہیں سب کے ممتنع ہونے پر دال ہو
ماقبل میں جیسا صعود اور نزول کا ذکر ہے ایساہی چشموں کے جاری کرنے کا زمین
میں اور ایساہی باغ خرما اور انگور کا جو چشمہ دار ہو - اور ایساہی گرجانے آسمان کا
اور ایساہی اللہ جل شانہ اور ملائکہ کا سامنے آنا اور ایساہی آپ صلعم کے لئے گھر سونے کا ہونا
ہر ایک عاقل سونے کے گھر کو اور باغ خرما اور انگور کو جس میں چشمے بہتے ہوں مطلق
فرد بشری کے لئے ممتنع نہیں تصور کرتا چہ جائیکہ آپ کے لئے جو باعث ایجاد عالم ہیں
اور جاری کرنا چشمونکا انبیاء اور اولیاء سے بعد اجابت دعا محال نہیں خیال کیا جاتا
بلکہ اس کے وقوع پر آیۃ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دال ہے - اور آسمان کے گرجانے
کے عدم امتناع پر آیۃ وان یروا کسفا الخ اور ایسے ہی ولو فتحنا علیھم بابا من السماء
فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون اور

ایسے ہی ان نشا نخسف بہم الارض او نسقط علیہم کسفا من السماء دلالت کررہی ہیں فقط عدم ایقاع ان امور کا بلحاظ اس کے ہے کہ کفار بعد ایقاع بھی بوجہ عناد اور مکابرہ کے ایمان نہ لاوینگے جیسا کہ آئیۃ ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیہم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین۔ اس مضمون کی شہادت دے رہی ہے۔ اور بعد آنے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سامنے اُن کے اتمام حجت ہوجائیگا بعد ازاں ایمان لانا اُنکا اُن کو نفع نہ دیگا۔ الحاصل آئیۃ مذکورہ لشہادت باقی آیات جواب مذکور ہوچکی ہیں امتناع صعود اور نزول پر دال نہیں۔ مقصود آئیۃ سے یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بزرگ اور برتر ہے اِس سے کہ کوئی اُس کے امور سلطنت اور انتظام ملکی میں دخل دیوے یا حق سبحانہٗ وتعالیٰ حسب اقتضاء کفار کے جس وقت وہ جیسا کہ چاہیں نشان ظاہر کرے۔ خصوصًا وہ نشان جو متمم حجت ہونے کیلئے موجب ہلاک ہو وہ فعال لما یرید ہے اگر چاہے اجابت مسئول تمہارے کے فرما دے ورنہ کچھ محل جبر اور شکائیت نہیں۔ میرا کام فقط تبلیغ اور رسالت ہے مجھکو اسی میں مشغول رہنا چاہئے۔ اور مسئولہ کیطرف متوجہ ہونا اپنے منصب سے گویا باہر جانا ہے۔ ناظرین پر ظاہر ہوچکا ہوگا کہ مضمون ہذا جو مدلول آئیت ہے یہ کہاں اور امتناع امور مذکورہ کہاں بلکہ اسی آئیت میں فقرہ ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا الخ دلالت صراحتہ کررہا ہے اس پر کہ کفار بھی آپ کے آسمان پر جانے کو ممتنع نہیں سمجھتے تھے لہذا او ترقی فی السماء پر اکتفا نہ کی بلکہ ولن نؤمن لرقیک الخ کو بھی ساتھ منضم کیا۔ ہادی ہدائیت کرے۔ تفسیر ابن کثیر۔ **سوال** آئیۃ ھل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام والملئکۃ وقضی الامر۔ اور ایسا ہی ھل ینظرون الا ان تأتیہم الملئکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا۔ صاف خبر دے رہی ہیں موضوع ہونے حدیث دمشقی کے اوپر کیونکہ بعد نزول ملائکہ کے اتمام حجت ہوجاتا ہے پھر کسی کا ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔ اور حدیث دمشقی میں نزول

مسیح ملائکہ کے کندھے پر ہتھیلی رکھے ہوئے مذکور ہے جس کو آیات مذکورہ بالا تکذیب
کر رہی ہیں اور ایسا ہی آیۃ وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی
الامر ثم لا ینظرون - ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم
ما یلبسون دال ہے اوپر اس کے کہ نزول اور چلنا ملائکہ کا بنی آدم کی ہیئت پر عادت
الٰہیہ سے نہیں اور اگر فرشتہ زمین پر اُترے بھی اور زمین پر چلے پھرے اور مشہود خواص
عوام ہو تو بالضرور خواص اور لوازم آدمیوں کے اُس میں ہونے چاہئیں - جب ایسا ہوا
تو پھر وہی لبس اور اشتباہ بحال خود باقی رہیگا اور وہ سوال اُن کا بیجواب - یہ ترجمہ ہے
ایام الصلح کی عبارت کا - جواب ھل ینظرون سے او کسبت فی ایمانھا
خیرا تک ذکر ہے یوم حشر کا اور بعض اشراط ساعت کا - جس وقت ایمان لانا نافع نہو گا
یعنی نزول ملائکہ بعد پھٹ جانے آسمان کے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا نزول بادلوں کے
سایوں میں جو یوم الحشر میں متحقق ہوگا بدلیل ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ
تنزیلا - اور بعض اشراط ساعت مثل طلوع الشمس من المغرب جو قبل از قیامت ظہور
میں آوینگے کیا یہ کفار ان امور کے منتظر ہو رہے ہیں - یہ مضمون رسالہ فارسی میں مفصل
اور تفسیر ابن کثیر میں بشہادت احادیث صحیحہ مذکور ہے وہاں پر ملاحظہ فرماویں - باقی رہی آیۃ ولو
انزلنا ثم لا ینظرون تک یہ دلالت امتناع نزول ملائکہ پر دنیا میں کسی خدمت خداوندی کے
لئے نہیں کرتی - بلکہ مفاد اُس کا یہ ہے کہ اگر حسب اقتضاء کفار رسول ملکی بھیجیں اور
کفار کو بحالت کفر پائیں تو فیصلہ ہو جائیگا یعنی کفار کو ہلاک کر دینگے - شاید اِس کی دوسری
آیۃ ہے ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا منظرین - ایسا ہی یہ آیۃ
یوم یرون الملئکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین - وقولہ تعالیٰ ولو جعلناہ
ملکا الخ مطلب اِس سے یہ ہے کہ رسول ملکی اگر بھیجیں تو بالضرور برعایت انتفاع
اور استفادہ کے بصورت بشری نازل ہوگا - اور اگر ایسا ہوا تو پھر بھی مقصود یعنی دفع
اشتباہ حاصل نہ ہوگا - آپ کی اس تمیز طبعی کے مطابق تو کتنی ہی آیات اور احادیث صحیحہ
میں تناقض غیر مندفع پیدا ہوگا - آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں انہیں آیات سے استدلال

بلکہ نزول ملائکہ سے زمین پر منکر ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب قرار دیا ہے۔ حضرت جی سنئے۔ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔ اور ایسا ہی ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین۔ اور ایسا ہی اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ اٰلاف من الملئکۃ منزلین بلٰی ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ اٰلاف من الملئکۃ مسومین۔ اور ایسا ہی ولما جاءت رسلنا لوطا سیٓء بھم وضاق بھم ذرعا وقال ھذا یوم عصیب وجاءہ قومہ یھرعون الیہ ومن قبل کانوا یعملون السیئات قال یٰقوم ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم فاتقوا اللہ ولا تخزون فی ضیفی الیس منکم رجل رشید قالوا لقد علمت ما لنا فی بناتک من حق وانک لتعلم ما نرید قال لو ان لی الخ

ان سب آیات قرآنی میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں آیا یہ آیات قرآنی ہیں یا نہیں اور نزول ملائکہ اور چلنا پھرنا اُن کا زمین پر ثابت کر رہی ہیں یا نہیں یہ ارواح کواکب بزعم آپ کے زمین پر اُتریں تو کواکب آسمان سے کیوں نہ گریں یا متغیر نہ ہوویں جسم بلا روح کیسا قائم رہ سکتا ہے۔ آپ فرماویں یہ متمثل بصورت بشری مریم کے نزد آنیوالا اور یہ جو تین ہزار اور پانچ ہزار موٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور یہ مہمان ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے۔ اور وہ خوش شکل جس پر اثر سفر کا معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور سب حضار مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اُس سے ناواقف تھے۔ جیسا بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابی داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ اُس کے بارہ میں آپنے فرمایا۔ فانہ جبرائیل علیہ السلام اتاکم یعلمکم دینکم اور بخاری میں ابن عباس سے ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ھذا جبرائیل اخذ برأس فرسہ علیہ اداۃ الحرب۔ یعنی آپنے بدر کے روز فرمایا کہ یہ جبرائیل ہیں مسلح کھڑے ہوئے اور گھوڑے کو پکڑے ہوئے۔ اور وہ معلم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنکر تعلیم کیفیت نماز کی اور رمضان میں

آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتا تھا۔ اور وہ گھوڑے کا سوار جس کو فرعون کے لشکر نے دیکھا اور سامری نے خاک اُس کے گھوڑے کی قدموں کی اٹھائی۔ اور وہ شخص جو صورت دحیہ صحابی میں آتا تھا اور ایکدفعہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ یا صدیق اکبر کو فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے اور تم کو سلام دیتا ہے۔ اور وہ فرستادہ جو اہل طائف کے ایذا دینے کے وقت کہتا تھا کہ اے محمد صلعم تیرا خدا فرماتا ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اس پہاڑ کو اُن کے سر پر پھینکوں وغیرہ وغیرہ۔ آیا یہ سب ارواح کواکب تھے خدارا ترسے و مصطفیٰ را حیائے۔ قرآن کریم کو کسی سمجھ والے سے پڑھنا چاہئیے تاکہ ایک آئت کو حسب زعم اپنے کے معنی مفید مطلب پر دال ٹھیراکر آیات اور احادیث میں تناقض پیدا نہ کریں۔ **سوال** آئۃ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق دال ہے وفات عیسیٰ پر کیونکہ حسب مفاد اس آئۃ کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہونچتا ہے اُسکو نکوس اور واژگونی بہ نسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا حال ہوگا اُس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ ہے ایام الصلح **جواب** اسی اور نوے سال کی قید جو آپنے لگائی ہے یہ کونسے کلمہ قرآنی کا مدلول ہے۔ برائے خدا تحریف کلام الٰہی سے باز آئیں۔ آپنے آئۃ ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعًا قرآن کریم میں نہیں دیکھی۔ اگر ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق کا مفہوم اسی یا نوے سال تک عمر کے محدود ہونے کا ہے۔ تو پھر یہ آئۃ ولبثوا الخ تین سو نو برس تک اصحاب کہف کو کس طرح سُلا رہی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴۰۰ ایک ہزار چار سو سال اور حضرت آدم علیہ السلام کی ۹۳۰ سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی ۹۱۲ سال۔ اور حضرت ادریس ع کی ۳۶۵ سال اور حضرت موسیٰ ع کی ۱۲۰ سال۔ اور حضرت ابراہیم ع کی ۲۲۳ سال کیسے خلاف مدلول آئت قرآنی وقوع میں آئے یہ سب کمال تیزی فہم اور طلاقت لسانی کا ہے۔ ہادی ہدائت کرے **سوال** آئۃ ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر دال ہے وفات عیسیٰ پر کیونکہ کسی جگہ میں ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری

خدارا ترسے و مصطفیٰ را حیائے

دراز ی عمر

نظر اصحاب کہف

ثم یرجع فی اٰخر الزمان وارد نہیں ہوا فقط دونوں ہی امر کا ذکر ہے اب اگر
صعود الی السماء بھی مانا جاوے تو حصر آیۃ باطل ہوتا ہے۔ **جواب** مسیح بن مریم
اِس آئیت کے دو شق میں سے ومنکم من یرد الی ارذل العمر میں داخل ہے۔
اور ارذل العمر کے لئے حد معین نہیں نہ منصوصی اور نہ عقلی۔ تاکہ اُس سے متجاوز ہونا
موجب موت کا ہو۔ علماء طبعین نے جو تحدید کی ہے اُس کو شیخ اکبر اپنے کشفی طریق
سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں۔ مضمون اُن کے قول کا یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی
میں ہمارے پر مکشوف ہوا ہے علماء طبعین کو معلوم ہوتا تو ہرگز عمر طبعی انسان کی محدود
بہ حد معین نہ کہتے۔ امید ہے کہ آپ کشفی دلیل کو تو مان ہی لیوینگے۔ باقی رہا مسیح
کا آسمان پر جانا سو یہ حالات متوسط بین الولادت اور بین الوفات میں سے ہے۔
حالات متوسط کا ذکر اگر ضروری سمجھا جاوے تو چاہئیے کہ عدم
ذکر واقعۂ صلیب بھی جیسا کہ مزعوم جناب کا ہے یعنی مسیح کو صلیب پر دیا جانا ماننے
ہی میں موجب بطلان حصر آیت ہو۔ اور اگر یہ عدم ذکر موجب بطلان حصر نہیں تو ایسا،
عدم ذکر صعود علی السماء جو حالات متوسط میں سے ہے بھی مخل حصر آیۃ نہیں ہوسکتا
ہادی ہدائیت کرے۔ **سوال** آیۃ وما جعلناھم جسدا لا یاکلون الطعام
اور ایسے ہی کانا یأکلان الطعام نص صریح ہے موت عیسیٰ ؑ پر کیونکہ صریح معلوم
ہوتا ہے کہ مایۂ حیات انبیاء کا بھی مثل باقی افراد بشری کے طعام ہی ہے تو پھر آسمان
پر زندہ رہنا مسیح کا اتنی مدت بغیر خورد و نوش کے کیسے ہوسکتا ہے **جواب** آیۃ
مذکورہ سے مایۂ حیات طعام کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ طعام کے معنے ما یُطعم کے ہیں
یعنی جو طعم اور غذا ہو کر مایۂ حیات بنے۔ طعام کا معنے گیہوں جَو وغیرہ حبوب نہیں بلکہ یہ
بھی منجملہ افراد طعام میں سے ہیں۔ آپنے حدیث وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیہ
سنی ہوگی۔ وہ خدا کے ہاں بغیر گندم اور جَو وغیرہ حبوب ارضی کے کسی اور چیز کی خورد
و نوش سے خبر دے رہی ہے۔ آنحضرت صلعم فرمارہے ہیں کہ میں تمہاری طرح مرغ
آب و دانہ نہیں ہوں کہ ماکولات معتادہ ہی میری حیات کا ذریعہ ہوں۔ رات گذارتا ہوں

اور میرا رب مجھکو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے - اور ایسے ہی وہ حدیث جس کو ابوداؤد
اور امام احمد حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے - فکیف بالمؤمنین یومئذ -
فقال یجزیھم ما یجزی اھل السماء من التسبیح والتقدیس - راوی حدیث آنحضرت صلعم سے پوچھتا
ہے کہ یا رسول اللہ کیسا حال ہوگا جبکہ دجال کے ہاتھ میں طعام ہوگا آپنے فرمایا جسطرح آسمانپر فرشتوں کا مایۂ حیات
ذکر الٰہی تسبیح اور تقدیس ہے اسیطرح مؤمنین بھی سبحان الملک القدوس کا ذکر کرینگے اور یہی ذکر انکا طعام
اور مایۂ حیات ہوگا - انجیل متی اور لوقا باب ۴ ورس ۴ - حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھا ہے (بالفظہٖ) اِس سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحف انبیاء گذشتہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح پر مرقوم ہے کہ خاصان خدا کی بدنمیں کلام ربانی وہی تاثیر
پیدا کردیتا ہے جو عوام کے جسموں میں طعام کی تاثیر مسلم ہے انتہی - اصحاب کہف کا قصہ زیر لحاظ رکھیں
اُن کو کس طرح حکیم مطلق نے بغیر طعام اور شراب مالوف اور بغیر تنظیف شعاع
آفتابی اور ہوا کے اتنی مدت دراز تک زندہ رکھا - آپ اور قانون قدرت کے مرید
بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے پر قیاس فرماتے ہیں - اِس امت مرحومہ میں اب بھی
اور قیامت تک ایسے لوگ موجود ہیں اور ہونگے جنکا مایۂ حیات ذکر الٰہی ہے اور ہوگا
سوال بحکم آیۃ واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا چاہئے کہ مسیح بن مریم
آسمان پر صلوٰۃ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں حالانکہ آسمان پر جیسا خورد و نوش سے فارغ ہیں
ایسا ہی باقی لوازم جسمیت سے علاوہ اِس کے ادائے زکوٰۃ مال کو چاہتا ہے **جواب**
حضرت عیسیٰ ع تو دنیا میں بھی بباعث زہد و فقر کے مالک نصاب نہیں ہوئے ادائے
زکوٰۃ میں تو نصاب کا ہونا شرط ہے آپ زمین پر انکا ادائے زکوٰۃ ثابت کریں بعد
اُس کے آسمان پر ہم ثابت کردینگے - یہ اعتراض تمسخر ہے ساتھ مسیح بن مریم کے -
جیسا کہ ایام الصلح میں آپنے لکھا ہے - لانفرق بین احد من رسلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے
ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۹ میں باریک قلم سے آپ لکھتے ہیں کہ احیا ہوتی ایک مسمریزم
کے طور پر کھیل تھی اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا الخ - میں متعجب ہوں
کہ اللہ جل شانہ نے اس کھیل اور لہو و لعب کو اُس نبی اولوالعزم کی نعمتیں موہوبہ سے
قرآن کریم میں کیسے شمار کیا - اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک

وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد وکهلا واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کهیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی یہ مُردوں کا قبر سے زندہ کرکے باذن خداوند نکالنا یہ بھی مسمریزمی طلسم آپ کے نزدیک ہوگا۔ تو پھر باذنی کے لگانے کی کیا حاجت تھی یہ تو اِسی لئے ہے کہ ایسے خارق کا ظہور بندہ کے ہاتھ پر موہم الوہیت اُس کا نہو بلکہ فی الواقع زندہ کرنیوالا میں ہوں۔ اور انبیاء کرام بظاہر محل ظہور ہوتے ہیں۔ معجزہ تو نام اُسی خارق کا ہے جو اسباب عادیہ میں سے نہو۔ ورنہ دوسرے لوگ اُس کی مثل لانے سے کیسے عاجز ہوں گے۔ علاقہ مماثلت تو پیار کو چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کو باوجود علاقہ مماثلت کے مسیح بن مریم علیہ السلام سے معلوم نہیں کیا رنج ہے اُن کے معجزات منصوصہ سے کیا بلکہ سب انبیاء کے معجزات سے منکر بلباس ماول ہوگئے ہیں بالخصوص انکار معجزات علیسویہ کے تو البتہ وجہ ہے تاکہ لوگ ہم کو ایسے خوارق کے اظہار کی تکلیف نہ دیں۔ مگر اور انبیاء کے معجزات میں کیونکر انکار ہوا شاید تعلیم یافتگان لندن کا خیال ہے۔ **سوال** آیۃ انک میت وانهم میتون صریح ہے وفات عیسیٰ ابن مریم میں **جواب** یہ دونوں یعنی انک میت اور ایسا ہی وانهم میتون قضیہ مطلقہ عامہ ہیں نہ دائمہ مطلقہ یعنی تحقیق تو اے حبیب صلعم فوت ہونیوالا ہیں اپنے وقت معین ہیں اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنیوالے ہیں۔ اب فرمایئے کہ مسیح بن مریم کو بعد نزول سب اہل اسلام انهم میتون میں داخل سمجھتے ہیں یا نہ۔ نزول آیت کیوقت اگر مرجانا انکا ضروری ہو تو چاہئے کہ آپ صلعم بھی وقت نزول آیت داخل اموات ہوگئے ہوں۔ **سوال** میت مشتق موت سے ہے اور حمل مشتق کا قیام مبدء کو چاہتا ہے جو یہاں پر موت ہے تو بناءبراں چاہئے کہ وہ سب مرچکے ہوں حتی کہ مسیح بھی۔ **جواب** قیام مبدء کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ **سوال** آیۃ

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون دلیل ہے وفات مسیح پر **جواب** یہ آیت سورہ نحل کی ہے جسکا نزول مکہ میں زادہا اللہ شرفاً وتکریماً ہوا ہے بناءً علیہ مراد من دون اللہ سے معبودات مشرکین مکہ کے ہوں گے - یعنی اصنام اور بت نہ مسیح بن مریم جو معبود اہل کتاب کا ہے - ابن عباسؓ امواتٌ کی تفسیر میں اصنامٌ امواتٌ فرماتے ہیں - **سوال** عموم لفظ کو اعتبار ہوا کرتا ہے نہ خصوص مورد کو بنا بران چاہیئے کہ مراد من دون اللہ سے مطلق معبودات باطلہ ہوں بغیر تخصیص بتوں کے - تو پھر مسیح بن مریم بھی داخل امواتٌ بحکم اس آیتہ کے ہوگا - **جواب** معبودات باطلہ میں فقط مسیح ہی اس تقریر پر داخل نہ ہوگا بلکہ ملائکہ جو منجملہ معبودات باطلہ میں سے ہیں وہ بھی داخل امواتٌ ہونگے - تو بحکم آیتہ مذکورہ روح القدس بھی مرگیا ہوگا - اب یہ مصیبت کس پر پڑی آپ پر کیونکہ سلسلۂ الہامی کا اول ہی سے انقطاع لازم ہوا اور اگر اموات سے وہی معنے مطلقہ عامہ کی رنگ سمجھا جاوے یعنی اپنے اپنے اوقات میں جیسا کہ بیضاوی اور ابن کثیر اور تفسیر کبیر اور کشاف اور سب تفاسیر میں ہے تو مسیح بن مریم بھی قبل از وقت معین زندہ رہیگا - **سوال** آیتہ قد خلت من قبلہ الرسل صاف شہادت دے رہی ہے وفات عیسیٰ ابن مریم پر **جواب** آپ نے معنی خلت کے توفت کے سمجھے ہیں تب ہی خوش ہو رہے ہیں - اگر ایسا ہے تو آیتہ سنۃ اللہ التی قد خلت اور دوسری آیتہ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا میں تناقض صریح ہوگا کیونکہ پہلے کا مفاد یہ ہوا سنت خداوندی مرچکی اور معدوم ہوگئی اور دوسری کا مفاد یہ کہ سنت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ بحال خود باقی رہتی ہے حضرت من سنئے خلت مشتق ہے خلو سے جس کا معنے تنہا ہونا ہے جیسا کہ واذا خلوا الیٰ شیاطینہم اور دوسرا معنے گذرنا بھی ہے - اور یہ معنے صفت زمانہ کی بالذات ہوتا ہے کہتے ہیں سال گذشتہ اور قرونٌ خالیۃٌ - اور زمانیات کی بالعرض یعنے جو اشیاء کہ زمانہ میں موجود ہیں اُن کو بھی بعلاقہ ظرفیت اور مظروفیت کے موصوف کیا جاتا ہے

اب معنیٰ آیت کا یہ ہوا گذر چکے ہیں قبل اُس کے صلعم رسول اور یہ دو طرح پر صادق ہوتا ہے جو مر گئے ہوں اُنکو بھی اور جو زندہ ہوں مگر رسالت سے فارغ ہیں جیسا کہ مسیح بن مریم - محاورہ فلان حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گذرا ہے یہ ہر دو صورت میں صادق ہے اگر مر گیا ہو جب بھی اور اگر ملازمت صیغہ تحصیلداری سے علیحدہ ہو کر زندہ موجود ہو جب بھی - **سوال** مابعد اس کے اَفَإِنْ مَّاتَ قرینہ ہے ارادہ معنی موت پر قَدْ خَلَتْ سے **جواب** افان مات چونکہ بمقابلہ اَوْ قُتِلَ کے واقع ہوا ہے لہذا مات سے مراد موت حتف انفہ ہوگی - یعنی اپنے آپ مرنا بغیر قتل کسی کے - جب یہ خیال شریف میں متمکن ہو چکا تو اب منصف ہو کر فرماویں کہ اگر اَفَإِنْ مَّاتَ کو قرینہ ارادہ معنی موت پر قد خلت سے ٹھیرائیں گے - تو ضرور قد خلت سے بھی موت حتف انفہ مراد ہوگی یعنی موت طبعی تو لازم آئیگا قد خلت من قبلہ الرسل کا کاذب ہونا کیونکہ سب انبیا علیہم السلام موت حتف انفہ سے تو نہیں مرے بلکہ کوئی اپنی موت سے اور کوئی مقتول ہو کر شہید ہوئے اور اگر خلت سے معنی مطلق موت کا لیا ہی جاوے تو آیت رفع مخصص ہوگی عموم اس آیۃ اور اس کے نظائر کی جیسا کہ پیدائش آدم کا بیان آیۃ خلقہ من تراب اور نظائر جو اس کے ہیں ہو چکا تو پھر عموم الم نخلقکم من ماء مہین اور ایسا ہی خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب مخصوص البعض ہے یعنی ان ایات میں جو ذکر انسان کی پیدائش کا مادہ منی سے ہے آدم کو شامل نہیں بلکہ ماسوی آدم کے باقی افراد انسانی کا حکم ہے کیونکہ آدم کا ذکر علیحدہ ہو چکا - ایسا ہی آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ اور اُس کے نظائر سے چونکہ مسیح کا ابتک زندہ رہنا ثابت ہو چکا تو پھر قد خلت من قبلہ الرسل اور اس کی نظائر سے مراد غیر مسیح ہوگا - اس آیۃ کی تفصیل رسالہ فارسی ہدیۃ الرسول میں ملاحظہ فرماویں مؤلف ایام الصلح اور اُن کے اتباع کو جو دھوکہ یہاں پر دعوے اور دلیل میں ہوا ہے وہاں پر مفصل مذکور ہے **سوال** آیۃ فیہا تحیون و فیہا تموتون بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ بغیر کرہ زمین کے نوع انسانی کا مستقر اور مستودع یعنی قرار گاہ اور نہیں تو پھر مسیح بن مریم آسمان پر کس طرح بقیہ ایام حیوۃ

بسر کر رہا ہے **جواب** کرہ ارضی کا مستقر اور مستودع ہونا بطریق اصالت یہ منافی
نہیں اسکی کہ بعض افراد بشری کو عارضی طور پر کسی اور کرہ میں رکھا جاوے جیسا کہ ملائکہ
کے لئے موطن اصلی اور مقر طبعی افلاک ہیں معہذا زمین پر بھی عارضی طور پر آمد و رفت
رکھتے ہیں بالجملہ حصر جو مستفاد ہے تقدیم ظرف سے وہ اضافی ہے بہ نسبت استقرار
اصلی کے ۔ اور اختصاص جو مستفاد ہے ولکم فی الارض مستقر و متاع سے اثر ہے
جعل تکوینی کا جس کا مجعول الیہ عارض غیر لازم ہے اور اس صورت میں انفکاک بابین
مجعول اور مجعول الیہ کے متصور ہو سکتا ہے جیسا کہ وجعل اللیل لباسا وجعل
النہار معاشا جب کہ زید مثلاً ساری رات کسب وجہ معاش میں گذارے اور دن نیند
میں ۔ دلیل عارضی ہونے مجعول الیہ یعنی حیوٰۃ فی الارض کے قصہ ہبوط ابلیس کا اور بعد
ازاں صعود اُس کا بدلیل فوسوس لہم الشیطان فاخرجہما مما کانا فیہ الآیہ
جب ابلیس بعد امر ہبوط کے پھر آسمان پر جاکر وسوسہ انداز آدم علیہ السلام کا ہوا تو
بعض افراد نوع انسانی جنکا مادہ فطرتی نفخ روح القدس کا ہو اُن کا صعود کس طرح
ممتنع مانا جاوے **سوال** خاتم النبیین ہونا آپکا صلعم دلیل ہے وفات مسیح پر
کیونکہ اگر مسیح بن مریم آسمان پر زندہ ہو اور آخر زمانہ میں نزول فرماوے تو آپ کے بعد
بھی اور نبی آگیا آپ صلعم خاتم النبیین نہ رہے اور اگر در رنگ احاد امت آئے
تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ازلی میں جب وہ نبی ہے تو پھر بغیر نبوت کے کیسا نزول
کرے گا ۔ **جواب** بعد نزول در رنگ آحاد امت ہی اُتریں گے علم ازلی کا مسئلہ
سنئے علم تابع معلوم کے ہوا کرتا ہے من حیث المطابقۃ یعنی جس طرح معلومات یعنی
اشیاء موجودہ فی الواقع سلسلے اپنے وقت میں موجود ہیں اُسیطرح حق سبحانہ تعالیٰ
ازل میں قبل از وجود اُن کے اُنکو جانتا ہے اگر معلوم کا اتصاف کسی صفت کیساتھ
علے سبیل الاستمرار ہے تو اُسی طرح اور اگر علی سبیل الانقطاع ہے تو اُسی طرح اُس کو جانتا
ہے مسیح بن مریم کی بلکہ کل انبیا کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے
ہوتی ہے لہذا علم ازلی میں بھی بوصف محدودیت اور انقطاع معلوم ہوگا ورنہ جہل لازم

سوال قصہ عود ایلیا بھی تاویل ہماری کا مثبت ہے یعنی ایلیا کے دوبارہ دنیا میں
آنے کا ذکر جو صحیفۂ ملاکی باب ۴ ۔ اور آیۃ ۵ میں واقع ہے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ مراد ایلیا کے آنے سے یہ تھی کہ اُس کا مثیل آویگا سو وہ آگیا ۔ یوحنا یعنی یحییٰ علیہ
السلام باب ۱۱ ۔ انجیل متی ۔ اسی طرح مراد نزول مسیح سے جو احادیث میں مذکور ہے مَیں
ہوں یعنی مرزا صاحب ۔ **جواب** قصۂ عود ایلیا اگر صحیح بھی مانا جاوے تو آخر کار نظیر
ہی بنے گی علت مثبتہ تو نہ ٹھیرے گی ۔ دیکھئے لاکھوں نظیریں پیدائیش افراد انسانی
کی ہمارے زیر نظر ہیں اور ہر روز دیکھنے میں آتا ہے کہ سب مادہ منی سے جو باپ کی
پشت اور ماں کے سینہ سے نکلتی ہے پیدا ہوتے ہیں ۔ باوجود اس کے کہ یہ نظائر
مع کثرت اپنی کے قانون کلی کو ثابت نہیں کرتیں دیکھو آدم اور حوا اور عیسیٰ علیہا السلام
اس حکم سے خارج ہیں ۔ ایسا ہی ایلیا کا آنا در رنگ ظہور یحییٰ یہ ایک نظیر کسطرح پر نزول
مسیح کو در صورت ظہور مثیل ثابت کرسکتی ہے ۔ یہاں تو جب آیت اور حدیث نے
بالخصوص نزول مسیح بن مریم کو ثابت کیا تو پھر ایک نظیر کیا اگر لاکھوں بھی ہوں اثبات
نزول مسیح در رنگ صورت مرزا صاحب نہیں کرسکتے ۔ اثبات احکام بشہادت نظائر
یہ اُس صورت میں ہوتا ہے کہ بالخصوص نصوص وارد نہ ہوئی ہوں وہ بھی حسب
تخمین ظن نہ بر سبیل قطعیت جیسا کہ دلیل استقرائی کا شان ہے ۔ پھر میں کہتا ہوں اگر
بالفرض نظیر کو مثبت حکم علیٰ سبیل القطعیت مانا بھی جاوے تو یہ نظیر یعنے ایلیا کا قصہ
جناب کے دعوے کو باطل کرے گی اس لئے کہ ایلیا کا آنا در رنگ ظہور مثیل یعنی یحییٰ
چونکہ مماثل اور مماثل لہٗ ہر دو نبی ہیں یہ نظیر اسی کو ثابت کرے گی کہ مثیل مسیح بھی نبی
وقت ہو مثل یحییٰ علیہ السلام کے ۔ آپ کو یا تو مثل یحییٰ علیہ السلام کے سلسلۂ
انبیاء میں ثابت کریں یا دعویٰ مسیح موعود ہونے سے باز آئیں ۔ اگر آپ فرماویں کہ
مماثلت بین الامرین مشارکت فی جمیع الاوصاف کی مقتضی نہیں ہوتی تو ہم بھی یہ
کہ سکتے ہیں کہ حکم بھی چونکہ منجملہ اوصاف ہے تو مشارکت فی الحکم کی کیا ضرورت ہے
ایلیا بہ ظہور مثیل اپنے یحییٰ کے نازل ہو اور مسیح بن مریم بنفسہٖ نازل ہو کیا ضرورت ہے

کہ کیفیت نزول ایلیا اور نزول مسیح بن مریم کی من جمیع الوجوہ ایک ہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ یہاں پر علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کو ہاتھ ڈالکر اپنے میں نبوت ثابت کرینگے مگر پھر بھی چھوٹنا مشکل ہے کیونکہ وہی اشکال عود کرے گا یعنی اگر مشارکت فی جمیع الاوصاف من کل الوجوہ ضروری ہے تو اپنی ذات میں نبوت مثل یحییٰ کی پیدا کریں والا تو اتحاد فی الحکم بھی ضروری نہیں پھر اس بارہ میں عرض کرتا ہوں کہ انجیل متی کے گیارہویں باب میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ یہ وہی ایلیا موعود ہے۔ اور پہلے باب انجیل یوحنا میں انکار یحییٰ کا مذکور ہے تو اب مناسب یہ ہے کہ یحییٰ کا قول معتبر سمجھا جاوے کیونکہ ہر شخص اپنے حال سے اچھی طرح واقف اور خبردار ہوتا ہے بالخصوص جب نبی اور ملہم من اللہ بھی ہو اور اگر زائد نہ سمجھا جاوے تو کم از کم دونوں کو مساوی ٹھہرا کر اذا تعارضا تساقطا کا حکم لگانا ہوگا یعنی کوئی قابل احتجاج نہ رہیگا۔ اتنی تطویل اور تضییع اوقات محض آپ کے لحاظ سے کیجاتی ہے ورنہ اہل اسلام کو بعد اس کے کہ ایک بات قرآن مجید سے بشہادت سیاق و تفاسیر صحابہ کرام اور احادیث صحیحہ متواترۃ المعنیٰ سے معلوم ہو چکی ہو اور خصوصاً وہ مقام جو خود منصف اور فیصلہ دہندہ اور دافع شکوک پہلوں کا ہو تو پھر ہم کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت کو چھوڑ کر اسرائیلیات کیطرف کیوں متوجہ ہوویں۔ کیونکہ یہ توجہ مقید ہے بہ قید ان کنتم لا تعلمون کے ساتھ۔ آپ اختلافات اناجیل سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ ہر وقت میں عرصہ دراز سے استعمال ہوتا رہتا ہے پھر تعجب ہے کہ آپ ازالہ اوہام اور ایام الصلح میں آثار صحابہ کو جو مروی باسانید صحیحہ ہیں چھوڑ کر روایات اناجیل کیطرف متوجہ ہو کر الٹا سائر اہل اسلام کو فرماتے ہیں کہ باعث اعراض ان علماء کا روایات اناجیل سے کیا ہے بھلا واقعہ صلیب میں تحریف کرنے کا اہل کتاب کو باعث کون ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ واقعہ صلیب تو بجائے خود رہا نبوت عیسیٰ علیہ السلام کو جو واقعی اور بغیر عناد مسلمہ جانبین ہے اگر انجیلوں سے ثابت کرنا چاہیں تو مشکل پڑے گی۔ بغیر از رجوع قرآن کریم کیطرف چارہ نہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ یواقیم بن یوشیا نے جس وقت صحیفہ ارمیا علیہ السلام کو جلایا تھا ارمیا علیہ السلام نے

اور پھر وحی نازل ہوا کہتا ہے رب یواقیم ملک یہود کی نسل میں کہ اُس میں سے ہرگز کوئی داؤد کی کُرسی پر نہ بیٹھے گا - اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اولاد یواقیم میں سے ہے مطابق نسب مذکور کے انجیل متی میں تو چاہئے کہ قابل جانشینی داؤد کے نہ ہو بحکم وحی ارمیا کے - زندہ اُٹھنا مسیح کا قبر سے - اور ایسا ہی واقعہ صلیب اِس میں جو اختلافات واقع ہیں آپ بخوبی جانتے ہوں گے - ایوب ساتواں باب ورس نانویں میں اپنی کتاب کے کہتا ہے ترجمہ فارسیہ ۱۸۴۵ء ابر پراگندہ شدہ نابود می شود ہمیں طور کسی کہ بقبر می رود بر نمی آید) ورس دسواں (بخانہ اش دیگر بر نخواہد گردید و مکانش دیگر ویرا نخواہد شناخت) اور چودہویں باب کتاب اپنی میں ورس تیسری اور چودہویں میں کہتا ہے ترجمہ فارسیہ ۱۸۳۹ء النسان میخوابد و نخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محو نشود بیدار نخواہد شد و از خواب بر نخواہد خواست) آدمی اگر بمیرد آیا زندہ میشود الخ - اب یہ مسیح کے زندہ ہو کر اُٹھنے کا قبر سے انکار کر رہا ہے - دوسرے عیسائی اُس کو بعد تین دن کے زندہ ہو کر آسمان کیطرف چڑھنے کے قائل ہیں - ایسا ہی واقعہ صلیب کے اختلافات فارسی رسالہ میں ناظرین ملاحظہ کر لیویں - اللہ جل شانہٗ نے اِس امت مرحومہ کو بطفیل حبیب اکرم صلعم ایسے اختلافات سے جو یہود اور نصاریٰ میں چلے آتے تھے نجات بخشی جیسا کہ برات مریم کی بیان فرمائی الٰہی افترا یہود کا قتل مسیح کے بارہ میں لغو ٹھیرا کر بیان امر واقعی کا فرمایا کہ مسیح کو تو ہم نے حسب وعدہ اُن کے ایذا سے بچا لیا یعنی آسمان کیطرف اُٹھا لیا - اُنہوں نے مسیح کی شبیہ کو صلیب پر چڑھا کر قتل کیا - بڑا افسوس ہے کہ آجتک اُمت مرحومہ آیات بل رفعہ اللہ الیہ کو اور ایسا ہی وما قتلوہ وما صلبوہ اور ایسا ہی ولکن شبہ لہم ان سب کو صحابہ سے لے کر علماء زمان تک مکذب عقیدہ یہود اور نصاریٰ ٹھیراتے رہے اور پھر آج انہیں آیات کو جناب مرزا صاحب یہود اور نصاریٰ کے اقوال پر اُلٹا کر لیجاتے ہیں اب ابن عباس کا معنی اور قول قابل اعتبار نہیں رہا - چوتھی دفعہ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ قصۂ عود الیا کے دو ٹکڑے ہیں ایک صعود الیا بجسدہ العنصری آسمان پر اور دوسرا نزول اُس کا بمعنی ظہور مثیل اُس کے یعنی یحییٰ علیہ السلام - پہلا ٹکڑا نظیر کامل

صعود مسیح کے لئے بجسدہ العنصری آسمان پر ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں مماثل شریک فی النبوت ہیں۔ اور دوسرا ٹکڑا نظیر کا نزول مسیح بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب فرمائیے کہ قصہ عود ایلیا نے عقیدہ کافہ اہل اسلام کو فائدہ بخشا یا آپ کو بلکہ الٹا ضرر ہوا کیونکہ آپ صعود بشر بجسدہ العنصری کو محالات عقلیہ لا نظیر لہا سے جانتے ہیں ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۶۹ میں آپ نزول مسیح کو فرع صعود بجسدہ العنصری کی بنا کر اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ ہم کو بعد ثبوت صعود بجسدہ العنصری کے نزول بجسدہ میں کوئی انکار نہ ہوگا اب قصہ عود ایلیا اگر قابل تمسک ہے تو حسب اقرار اپنے کے نزول مسیح کے بجسدہ العنصری قائل ہو جائیں ورنہ تو استشہاد آپ کا اس قصہ سے کیا معنے رکھتا ہے ہاں یہ ہے کہ اپنے لئے میٹھا اور دوسروں کے لئے کڑوا۔ اور قصہ صعود ایلیا بجسدہ العنصری میں ایلیا کی چادر کا گر جانا جو مذکور ہے آپ اس کو چھوڑ جانا بدن کا خیال فرماتے ہیں اس تاویل کو باطل کرتا ہے اس چادر کا پانی پر مارنا اور گذر جانا ندی سے جو اسی قصہ میں مذکور ہے۔ کتاب سلاطین۔ باب ۲۔ ورس ۸۔ اور ایلیا نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور وے دونوں خشک زمین پر ہو کے پار گئے ۹۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیا نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو ۱۰۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا سو اگر تو مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا ۱۱۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہیں وے دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا ۱۲۔ اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلایا اے میرے باپ میرے باپ اسرائیل کی رتھ

اور اُس کی سارتھی سو اُس نے اُسے پھر نہ دیکھا اور اُس نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مارا اور اُنہیں دو حصّے کیا ۱۳ ۔ اور اُس نے ایلیاہ کی چادر کو بھی جو اوپر سے گر پڑی تھی اُٹھا لیا اور اُلٹا پھرا اور یردن کے کنارے پر کھڑا ہوا ۱۴ اور وھاں اُس نے ایلیاہ کی چادر کو جو اُس پر سے گر پڑی تھی لیکے پانی پر مارا اور کہا کہ خداوند ایلیاہ کا خدا کہاں ہے اور اُس نے بھی اُس چادر کو جب پانی پر مارا تو پانی اِدھر اُدھر ہو گیا اور الیسع پار ہوا۔ ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ جناب مرزا صاحب نے قصۂ ایلیا کو جو دلیل اپنے مدعیٰ کی یعنی نزول مسیح بن مریم بمعنی ظہور مثیل یعنی مرزا صاحب بنایا ہے۔ پہلا ٹکڑا اُس کا مضر اُن کے پڑا اور دوسرا ٹکڑا نظیر کامل نہ بن سکا ۔ یہ عادت آپکی فقط قصۂ ایلیا میں ہی نہیں بلکہ ہر جگہ نقل اور استشہاد میں ایسا ہی کرتے ہیں ابن عباس کی تفسیر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر لے لیا باقی کو چھوڑ کر یہ غل مچا دیا کہ ہمارے دعوے کی شہادت ابن عباس کی تفسیر دے رہی ہے ۔ مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۰ سے صفحہ ۱۳۶ تک سورۂ قدر اور سورۂ بینہ اور سورہ زلزال کی تفسیر لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سنۃ اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ خدائیتعالی کا کام لیلۃ القدر ہی میں نازل ہوتا ہے اور اُس کا نبی لیلۃ القدر ہی میں دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ پھر بعد اِس سورۃ کے خدائیتعالے نے سورۃ البینہ میں بطور نظیر کے بیان کیا کہ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البینہ یعنی جن سخت بلاؤں میں اہل کتاب اور مشرکین مبتلا تھے اُن سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہ تھی بجز اس کے کہ خدائیتعالی نے آپ پیدا کر دی کہ وہ زبردست رسول صلعم بھیجا جس کے ساتھ زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے پھر بعد اس کے آنیوالے زمانہ کے لئے خدائیتعالی سورۃ الزلزال میں بشارت دیتا ہے اور اذا زلزلت کے لفظ سے اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام دور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح خدائیتعالی کیطرف سے معہ ہدایت

پھیلانے والے فرشتوں کے نازل ہوگیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اذا زلزلت الا رض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا یومئذ تحدث اخبارھا بان ربك اوحی لھا یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی اُن دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدائیتعالی کیطرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئیگا اور فرشتے نازل ہوں گے یہ نشان ہے کہ زمین جہانتک اُس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غائیت درجہ تک جنبش دیجائیگی اور خیالات عقلی اور فکری اور سبعی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے۔ اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات خفیہ کو بمنصۂ ظہور لائیں گے۔ اور جو کچھ اُن کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی ودماغی طاقتیں ولیاقتیں اُنمیں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہو جائیں گی اور فرشتے جو اُس لیلتہ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے اترینگے ہر ایک شخص پر اُس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے یعنی نیک لوگ اپنے نیک خیال میں ترقی کرینگے اور بُرے بُرے خیالوں میں۔ اور مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں تب اُس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خدائیتعالی کیطرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اِس کی حالت کے اُتر رہی ہے اور جب یہ ظہور وبروز کا دائرہ پورا ہو جائیگا تب خدائیتعالی کے فرشتے اُن تمام راستبازوں کو ایک گروہ کی طرح اکٹھا کر دینگے اور دنیا پرستوں کا بھی کُھلا کُھلا ایک گروہ نظر آئے گا تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات کو دیکھ لیویں تب اخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلتہ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خدائیتعالے نے اِس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا انت اشد مناسبۃ

بعیسی بن مریم واشبہ الناس بہ خَلقاً وخُلقاً فرمانا - ہمارے علماء نے
جو ظاہری طور پر اِس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت
زلزلہ آئیگا کہ تمام زمین اُس سے زیر وزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ
سب باہر آجائیں گی اور اِنسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس
روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی یہ سراسر غلط تفسیر ہے انتہیٰ ناظرین ذرہ
اِس کی تفتیش فرماویں کہ آنحضرت صلعم نے کہ جن پر یہ کلام پاک اُتری اُس کو کسطرح پر
بیان فرمایا اور حاضران مجلس نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام نے کیا سمجھا - ابن
عباس رضہ فرماتے ہیں اذا زلزلت الارض زلزالھا اے تحرکت من اسفلھا واخرجت
الارض اثقالھا - یعنی القت ما فیھا من الموتیٰ یعنی یہی کہ ارض بعد نفخہ ثانیہ
قیامت برپا ہونے کے دِن ہلایا جائیگا اور اپنے بوجھوں کو یعنی مُردوں کو باہر نکالیگا
قرآن کریم کی آیۃ یاایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم
اور ایسے ہی دوسری آیۃ واذا الارض مدت والقت ما فیھا وتخلت -
اسی معنی پر جو ابن عباس رضہ نے بیان فرمایا ہے شہادت دے رہی ہے رسولخدا
فرماتے ہیں کہ زمین اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو پھینک دیگی جو مثل ستونوں کے سونے اور
چاندی سے ہوں گے پھر قاتل اُس کو دیکھ کر کہے گا کہ اس کے لئے میں نے قتل کیا اور
قاطع الرحم کہے گا اس کے لئے میں نے قطع رحمی کی اور سارق آئیگا اور کہیگا اس کے لئے میں نے
اپنا ہاتھ کٹوایا ہے - پھر اُس کو چھوڑ دینگے اور اُس سے کچھ نہ لیں گے - حدثنا واصل
بن عبد الاعلے حدثنا محمد بن فضیل عن ابیہ عن ابی حازم عن
ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم تلقی الارض افلاذ کبدھا امثال
الاسطوان من الذھب والفضۃ فیجئ القاتل فیقول فی ھذا قتلت
ویجئ القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی ویجئ السارق فیقول فی ھذا
قطعت یدی ثم یدعونہ فلا یاخذون منہ شیئاً صحیح مسلم -
وقال الانسان مالھا - ای استنکوا مرھا بعد ما کانت قارۃ ساکنۃ

ثابتۃ وھو مستقر علی ظھرھا ای تقلبت الحال فصارت متحرکۃ مضطربۃ
قد جاءھا من امر اللہ تعالیٰ ما قد اعد لھا من الزلزال الذی لا محید
لھا عنہ ثم القت ما فی بطنھا من الاموات من الاولین والاخرین وحینئذ
استنکر الناس امرھا وتبدل الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد
القھار - یومئذ تحدث اخبارھا - ای تحدث بما عمل العاملون علیٰ
ظھرھا - یعنی قیامت کے دن زمین شہادت دیگی کہ میرے اوپر زندگی کی حالت
میں فلانے نے یہ کام کیا فلانے نے یہ - آنحضرت صلعم فرماتے ہیں بعد پڑھنے اس آیۃ
کے یومئذ تحدث اخبارھا کیا جانتے ہو تم کیا ہے اخبار اُس زمین کی صحابہ رض
نے عرض کیا اللہ ورسول اعلم آپنے فرمایا اخبار زمین کی یہ ہے جو شہادت دے گی
ہر غلام اور لونڈی پر یعنی ہر مرد وعورت پر جو غلام اور لونڈی ہیں خدائیتعالیٰ کی متعلق
اُن اعمال کے جو اُنہوں نے اس طبقۂ زمین کی پشت پر کئے تھے کہیگی فلان عمل فلان
عمل فلان دن - یہ ہیں اخبار اُس کی - قال الامام احمد حدثنا ابراھیم حدثنا
ابن المبارک وقال الترمذی وابو عبد الرحمن النسائی واللفظ لہ حدثنا
سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ ھو ابن المبارک عن سعید بن ابی
ایوب عن یحییٰ بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ قال
قرء رسول اللہ صلعم ھذہ الایۃ یومئذ تحدث اخبارھا قال اتدرون
ما اخبارھا قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارھا ان تشھد علیٰ
کل عبد وامۃ بما عمل علی ظھرھا ان تقول عمل کذا وکذا یوم کذا
وکذا فھذہ اخبارھا ثم قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح غریب وفی
معجم الطبرانی من حدیث بن لھیعۃ حدثنی الحرث بن یزید سمع ربیعۃ
الجرشی ان رسول اللہ صلعم قال تحفظوا من الارض فانھا امکم وانہ
لیس من احد عامل علیھا خیرا او شرا الا وھی مخبرۃ - حاصل یہ ہے کہ
زمین کا خیال رکھو اس لئے کہ وہ ماں تمہاری ہے اور بالتحقیق کوئی نہیں اُس پر عمل

اچھا یا بُرا کرتا مگر وہ زمین خبر دینے والی ہوگی - بان ربك اوحیٰ لھا - قال البخاری
اوحیٰ لھا واوحی الیھا ووحی لھا ووحیٰ الیھا واحد وکذا قال ابن عباس
اوحیٰ لھا ای اوحیٰ الیھا . . . . وقال شبیب بن
بشرعن عکرمۃ عن بن عباس یومئذ تحدث اخبارھا قال قال
لھا ربھا قولی فقالت ابن عباس آیۃ یومئذ تحدث اخبارھا کے
متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کو حکم کرے گا پھر وہ باتیں کرے گی - یومئذ
یصدر الناس اشتاتا - ای انواعاً واصنافاً ما بین شقی وسعید مأموذٌ بہ
الی الجنۃ ومامور بہ الی النار - لیروا اعمالھم - ای لیعملوا ویجازوا بما عملوا
فی الدنیا من خیر وشر ولھذا قال فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن
یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ - یعنی سب لوگ موقف حساب سے قیامت کے دن لوٹینگے
تاکہ جزا اپنے اپنے اعمال کی جو دنیا میں انہوں نے کئے تھے دکھائے جائیں اسی لئے
فرمایا جو کوئی مقدار ایک ذرہ کا نیکی یا بدی کریگا دنیا میں دیکھ لے گا اُس کو قیامت کے
دن - تفسیر ابن کثیر و درمنثور مع الاختصار - بعد اس کے بخاری اور مسلم اور مسند احمد
اور ابن جریر کی احادیث متعلق اس آیۃ کے یعنی فمن یعمل الخ اس تفسیر میں مذکور ہیں والتی
دیکھ لیں سب کا خلاصہ غیب ہی عمل نیک پر تاکہ یوم الحساب کام آئے - ناظرین پر ظاہر
ہو چکا ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے ارض سے جو اس سورہ میں مذکور ہے یہی کرہ زمین مراد
رکھا ہے - اور اسی زمین کا متکلم ہونا باذن رب احادیث صحیحہ میں بیان فرمایا ہے - اور
مراد زلزال سے یہی جنبش اس کرہ کی متکلم یعنی حق سبحانہٗ و تعالیٰ اور سامع یعنی آنحضرتؐ
کے نزدیک ہے جیسا کہ آیۃ ان زلزلۃ الساعۃ الخ میں بھی اس کا ذکر ہے - یہ وہ تفسیر ہے
جس کو مرزا صاحب سراسر غلط قرار دے چکے ہیں - اب رہا انصاف ناظرین پر خواہ
مرزا صاحب کی تصدیق اور سرور عالم صلعم کی تکذیب العیاذ باللہ اختیار کریں یا بالعکس
جیسا کہ شایان اور واجب ہے ہر مومن کو - اب یہ معلوم کرنا چاہئیے کہ مرزا صاحب نے
اس تفسیر سے کیا فائدہ لینا چاہا ہے - وہ میں عرض کر دیتا ہوں - سورہ قدر میں جو

لیلۃ القدر ہے اُس کو حسب زعم اپنے کے قیامت تک امتداد دیا تاکہ آپکا نزول بھی انبیا کی طرح لیلۃ القدر میں متحقق ہو۔ مگر یہ دونوں فقرے یعنی لیلۃ القدر کا امتداد قیامت تک اور ہر نبی کا ظہور لیلۃ القدر ہی میں ہوتا ہے۔ اِن کے اپنے خانہ زاد اسرار میں سے ہیں۔ پھر سورۃ البینہ سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ سخت بلاؤں سے نجات پانے کی سبیل اللہ تعالےٰ نے پیدا کردی وہ کیا البینہ خدا کے ہاں سے آگیا رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمہ۔ یعنی مرزا صاحب۔ بعد ازاں سورۂ زلزال سے یہ ثابت کر دکھایا کہ سب کمالات موعودہ نوع انسانی کے ظہور میں آگئے کسی کی حالت منتظرہ باقی نہیں رہ گئی تو پھر نزول ملائکہ میں سرانجام دینے کے لئے اس امر مہتم بالشان کے بذریعہ بندہ مُصلح جس کا نزول لیلۃ القدر ممتدہ میں ہوگیا ہے کیوں توقف ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ لیلۃ القدر میں رسول آگیا اور دورہ کمالات نوع انسانی بھی پورا ہوچکا فقط اتنی ہی بات کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ بتمامہ ظہور میں نہیں آئی مگر شروع ہی یعنی اہل سعادۃ اور نیک فطرت اُس رسول نازل شدہ کے ساتھ ایمان لاکر ایک جماعت اکٹھی ہورہی ہے اور اہل شقاوت اور بدطینت انکار میں اکر دوسرا گروہ حسب مضمون یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم بن رہا ہے جس کے شان میں جناب مرزا صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۴ کی پہلی سطر کے ابتداء میں یوں لکھتے ہیں (اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تو اُٹھے الخ) آپکو اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے بمعاوضہ اِس فقرہ کے یعنی شیطان کی ذریت جزاء خیر عطا فرمائے۔ ناظرین کو سمجھنا چاہئے کہ یہ تفسیر مرزا صاحب کی بطریق مشت نمونہ خروار ہے۔ باقی خود انصاف فرماویں کہ یہ تحریف ہے کتاب اللہ اور کتاب الرسول صلعم کی یا بیان ہے بطون قرآن کا۔ پہلے بھی اہل باطن اسرار اور اشارات کو بیان فرماتے رہے ہیں اقتباس الانوار کے صفحہ ۱۴۲ پر اسی سورت کی تفسیر ملاحظہ فرماویں۔ مگر ظاہر قرآن کریم سے انکار کرنیوالے کو ملحد قرار دیتے رہے ہیں۔ بیشک وجوہ الفہم لاتنحصر فیما فہموہ وعلم اللہ لاینقید بما علموہ اِس کے

ہم بھی قایل ہیں مگر قرآن کے ظہر اور بطن دونوں کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں نہ یہ کہ تفسیر ظہر قرآن کی سراسر غلط قرار دیجائے العیاذ باللہ فی فتح البیان - یکون الضابط فی صحتہ ان لایرفع ظاہر المعانی المنفہمۃ عن الالفاظ بالقوانین العربیۃ وان لایخالف القواعد الشرعیۃ ولایباین اعجاز القرآن الی ان قال والا فھو بمعزل عن القبول - دوسری جگہ فتح البیان میں وکذلک اذا ثبت تفسیر ذلک من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فھو اقدم من کل شیٔ بل حجۃ متبعۃ لایسوغ مخالفتھا لشیٔ آخر ثم تفاسیر علماء الصحابۃ المختصین برسول اللہ صلعم فانہ یبعد کل البعد ان یفسر احدھم کتاب اللہ ولم یسمع فی ذلک شیئا عن رسول اللہ صلعم وعلی فرض عدم السماع فھو احد العرب الذین عرفوا من اللغۃ دقیھا وجلیھا انتہی - یعنی قبولیت معنی بطون قرآن کی شرط یہ ہے کہ مخالف ظاہر کی نہ ہو اور سب سے مقدم اور واجب القبول تفسیر آنحضرت صلعم کی ہے بعد آپ صلعم کے صحابہ کرام کی - بڑی تعجب کی بات ہی کہ سارے قرآن میں تفسیر ابن عباس کی سراسر غلط ٹھہیری اور فقط متوفیک کے متعلق جو ممیتک ہے منظور ہوئی وہ بھی آدہی - اور فلما توفیتنی کے متعلق جو ابن عباس سے باسناد صحیح تفسیر درمنثور میں مذکور ہے - اور ایساہی بل رفعہ اللہ الیہ - اور وان من اہل الکتاب الخ - اور وانہ لعلم للساعۃ - اور احادیث نزول جو ابن عباس سے مروی ہیں - اور تفسیر سورہ قدر اور سورہ بینہ اور سورہ زلزال بلکہ جن جن مقامات میں آپ متفرد ہیں یہ سب متروک - اسی وجہ سے کہ آپ کے مطلب کے برخلاف ہیں - اکثر اعتراضات جناب مرزا صاحب کے جو باستشہاد آیات عقیدہ اجماعیہ پر انہوں نے کئے تھے جواب اُنکا لکھ چکا ہوں بقیہ اعتراضات بہ نسبت ان کے بہت ہی لغو ہیں ناظرین ادنی توجہ سے دیکہا اُنکا سمجھ لینگے لہذا اسیقدر پر اکتفاء مناسب سمجھ کر اختتام ایک دو بات ضروری پر کیا جاتا ہے - ایک تو بہ نسبت احادیث نزول اور خروج دجال کے جو مرزا صاحب نے منجملہ مکاشفات اجمالیہ کے ٹھہیرا کر واجب التاویل

قرار دی ہیں کہتا ہوں کہ اس کی تحقیق فارسی رسالہ کے اخیر میں ملاحظہ فرمالیویں -
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نزول اور خروج دجال مکاشفات تفصیلیہ میں سے
ہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے مکاشفات تفصیلیہ میں آنحضرت صلعم نے جس جس
شخص کو بقید نام جس طرح فرمایا ہے اُسی طرح ظہور میں آیا سرِ موئی بھی تفاوت نہیں
ہوا اکثر پیشین گوئیں آنحضرت صلعم کی رسالہ فارسی کے تیسرے باب میں قبیل از احادیث
مذکور ہیں بالضرور ملاحظہ فرماویں اس دہوکہ میں بھی ایک رکن ایمان کا بلکہ سارا ایمان زائل
ہوتا ہے اور احادیث نزول اور خروج کو مکاشفہ اجمالی پر در رنگ دیکھنے آنحضرتؐ
کے وبا کو بصورت عورت جو گرد اگرد مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً کے پھر رہی تھی خیال نکرنا
مکاشفہ اجمالی تعبیر طلب ہوتا ہے بخلاف تفصیلی کے اور تعبیر میں اگرچہ وقوع خطاء
ممکن ہے مگر بقاء علی الخطاء نبی کی عصمت کو باطل کرتا ہے بناءً علی ہذا بالفرض اگر
احادیث نزول اور خروج مکاشفہ اجمالی کے قبیل سے بھی ہوویں تو ساری عمر
آپکا باقی رہنا خطاء فی التعبیر پر العیاذ باللہ آپ کی عصمت میں حارج ہوگا - دوسرا
یہاں پر آنحضرت صلعم کی پیشین گوئیاں اور اُن کے ظہور کو زیر نظر رکھنا بہت کار آمد ہے
بہ نسبت اُس کے کہ ابن مریم سے مثیل اُنکا مراد لینے پر قصہ ایلیا شاہد لایا جاوے
کیونکہ اوّل تو وہ بباعث تناقض قول یحییٰ اور عیسیٰ ع کے قابل اعتبار نہیں دوسرا
ہمکو آپؐ کی پیشین گوئیوں سے نظائر کا ملاحظہ آپ ہی کے کلام سمجھنے کیواسطے از بس
ضروری ہے - اُمِ حرام جو ایک صحابیات میں سے ہے روایت کرتی ہے کہ آں
حضرت صلعم قیلولہ سے بیدار ہوئے حالت تبسم میں مینے عرض کی باعث تبسم کیا ہے
آپنے فرمایا میں متعجب ہوں اپنی اُمت کی ایک گروہ سے جو بادشاہوں کیطرح تختوں پر
سوار ہوں گے میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم میرے لئے خدا سے دعاء مانگیں
کہ مجھکو بھی اُنمیں سے کرے آپنے فرمایا تو اُنہیں میں سے ہے - بخاری عن انس
بن مالک - اس پیشین گوئی کا ظہور امیر المؤمنین عثمان رض کے عہد میں وقت
فتح ہونے جزیرہ قبرس کے واقع ہوا اُن ایام میں اُمِ حرام عبادہ بن صامت کے

نکاح میں نہیں - اُمِ حرام کہتی ہیں کہ میں نے سنا رسولخدا صلعم سے فرماتے تھے میری
اُمت میں سے ایک لشکر غزوہ دریا کا کرینگے اور اُن سے عمل جنت کا واجب کرنیوالا
صادر ہوگا - اُمِ حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی میں بھی اُنہیں سے ہوں یارسول اللہ
آپنے فرمایا تو اُن میں سے ہے - بعد آپنے فرمایا میری اُمت میں سے ایک لشکر
غزوہ قیصر کے شہر کا کرینگے اور اُنکو مغفرت دیجائیگی میں نے عرض کی میں اُنمیں
سے ہوں یارسول اللہ صلعم فرمایا آپنے نہ - بخاری - عن عمیر بن الاسود العنسی -
حضرت عثمان کے حق میں آپنے فرمایا افتح لہ یعنی اُس کے لئے دروازہ کھولدے اور
اُس کو جنت کی بشارت دے ایک مصیبت پر جو اُسکو پہونچے گی - بخاری و مسلم - ذکر
کیا آنحضرت صلعم نے ایک فتنہ کو پھر حضرت عثمان کیطرف ہیں فرمایا کہ یہ اُس فتنہ میں
بحالت مظلومی قتل کیا جائیگا - ترمذی - آپنے حضرت عثمان کو فرمایا کہ تو سورہ
بقرہ کے پڑھتے ہوئے قتل کیا جائیگا اور تیرے خون کا قطرہ اس آیتہ پر پڑے گا -
فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم - حاکم - آنحضرت صلعم نے عثمان کے
ساتھ بحالت تنہائی ایام مرض شریف میں گفتگو فرمائی حضرت عثمان کا چہرہ متغیر
ہوا - ابن ماجہ - علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میرے ساتھ عہد کیا آنحضرت صلعم نے
کہ نہ وفات پائیگا تو جب تک امیر نہ کیا جائیگا اور پھر رنگین کیجائے گی یہ یعنی ریش
اس کے خون سے یعنی سر کے - احمد - آپنے امہات المؤمنین میں سے ایک کے
شان میں فرمایا کیف احداکن اذا نبحت علیہا کلاب الحوءب یعنی کس طرح پر ہوگا
حال ایک کا تمہارے میں سے جب آواز کرینگے اُسپر کتے پانی بنی عامر کے جس کا نام
حواب ہے - ابوبکر - وابو یعلیٰ - واحمد - وغیرہم - اور یہ لفظ ابو یعلیٰ کا ہے - حضرت
عائشہ کو جب حواب کے کتوں کی آواز آئی تو پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے کہا یہ
پانی ہے بنی عامر کا حضرت عائشہ نے فرمایا لوٹا دُ مجھکو لوٹا دُ مجھکو - سنا میں نے
رسولخدا صلعم سے الخ - فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قائم ہوگی قیامت
جب تک نہ لڑینگے دو گروہ ہماری جن کے مابین قتل عظیم واقع ہوگا اور دعوی

دونوں کا ایک ہی ہوگا - بخاری و مسلم - ابو ہریرہ - یہ اشارہ ہے واقعہ صفین کیطرف اور (دعویٰ اُنکا ایک ہی ہوگا) اشارہ ہے اِس کی طرف کہ اہل شام نے قرآن کو اُٹھاکر کہا تھا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان میں یہ قرآن ہے اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا یہ قرآن صامت یعنی خاموش ہے اور میں قرآن بولنے والا ہوں - ایسا ہی آپنے واقعہ نہروان سے خبر دی اور وہ حدیث متواتر ہے اور علی رض اس واقعہ میں بروقت معاینہ پیشین گوئی آنحضرت صلعم کی بعینہ بغیر تفاوت سرِ موی کے فرماتے تھے صدق رسول اللہ صلعم صدق رسول اللہ صلعم - احمد عن عبید اللہ بن عیاض بن عمرو القاری - یہ وہ واقعہ ہے جس میں آپنے وقت بیان پیشین گوئی کے علامت اِس کی ایک شخص سیاہ کا ہونا ناقص ہاتھ والا جس کے ہاتھ میں کالے بال ہوں گے) ذکر کی - علیٰ ہٰذا القیاس آپنے صلعم امام حسن رض سے اور ایسا ہی مقتول ہونے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور واقعہ حرہ سے اور خروج عبد اللہ بن زبیر سے اور خروج بنی مروان سے اور خلافت عباسیہ سے خبر دی - حذیفہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ساتھ اللہ جل شانہ کے کہ نہیں چھوڑا رسول خدا صلعم نے کسیکو مفاسد کے پیشواؤں سے دنیا کے تمام ہونے تک اور پہونچتا ہے عدد اُنکا جو ساتھ اُس کے ہوں گے تین سو زائد کو مگر یہ کہ خبر دی ہم کو اُس کے نام اور اُس کے باپ کے نام اور اُس کے قبیلہ کے نام سے - ابو داؤد - اور خبر دی آپنے ترکوں کی بادشاہی سے - طبرانی و ابو نعیم - ابن مسعود - اور ہلاکو خان کے واقعہ سے خبر فرمائی - خصائص - اور فرمایا آپنے سراقہ بن مالک کو جو ایک اعرابی تھا اُس کے دونوں بازو کو ملاحظ فرماکر گویا دیکھ رہا ہوں میں جو تو نے کنگن کسریٰ کے اور کمربند اُس کا اور تاج اُس کا پہنیں ہیں - امیر المؤمنین عمر کی خلافت میں ایسا ہی وقوع میں آیا - ازالۃ الخفا - آپنے مدینہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً کی ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر فرمایا ہل ترون ما اریٰ مواقع الفتن خلال بیوتکم کمواقع القطر کیا تم دیکھتے ہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں محل وقوع فتنوں کے تمہارے گھروں کے درمیان مثل

محل گرنے قطرات کے - بخاری - اسامہ بن زید - اور فرمایا آپنے صلعم ایک یہودی
کو بنی ابی الحقیق میں سے کیسا حال ہوگا تیرا جس وقت نکالا جائیگا تو خیبر سے اور
اونٹنی تیری بہگا لیجائے گی تجھکو راتوں پے درپے آنیوالیوں میں امیر المؤمنین عمر رضہ
نے اسی پیشین گوئی کے صدق پر اعتماد فرما کر اُس کو خیبر سے خارج کیا اُس نے عذر
کیا کہ ابو القاسم نے ہم کو خیبر میں قائم رکھا اور آپ ہم کو نکالتے ہو - عمر رضہ نے اسی
آپ کے فرمان کو بیان فرمایا کہ میں نہیں بہولا آنحضرت صلعم کے فرمان کو جو اوپر مذکور
ہو چکا ہے - اُس نے کہا یہ آپنے ہنسی کے طور پر کہدیا تہا - عمر رضہ نے غصہ میں آکر
فرمایا کذبت یا عدو اللہ) یعنی جہوٹ کہا ہے تم نے اے دشمن اللہ کے - ناظرین
اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ عمر رضہ اور ایسی ہی اور اصحاب کرام آپ کے پیشینگوئیوں
کو ظاہری معنوں پر حمل فرماتے تھے - اور بے وجہ تاویل اُس یہودی کیطرح جو
غضب صحابہ کرام تھی - اسی طرح پر اور بہتیری پیشین گوئیں آپ کی ہیں جو بلا تخلف
اور بلا تاویل ظہور میں آئیں - رسالہ فارسی میں ملاحظہ فرمانے سے معلوم ہو سکتی
ہیں - ناظرین پر ظاہر ہے کہ ان پیشین گوئیں میں اُم حرام اور عثمان اور حسنین رضہ
وغیرہ وغیرہ جو بقید اسامی مذکور ہیں کوئی تاویل طلب نہیں گو کہ بعض فقرات ماسوای
اسماء کے جو در رنگ استعارہ ہیں اور ارادہ معنے حقیقی وہاں پر متعذر ہے تعبیر طلب
ہیں - وقوع تاویل بعض فقرات کلام میں موجب تاویل کا سب کلمات میں نہیں ہوسکتا
بلکہ بناء اس کے تعذر ارادہ حقیقت پر ہے - الغرض پیشینگوئیں مذکورہ اور سب
پیشینگوئیں جنکو مرزا صاحب معنی تاویلی پر شاہد لاتے ہیں کوئی اُنمیں سے شہادت
اس کی نہیں دیتی کہ اسامی مذکورہ فی الاحادیث میں تاویل بہ مثیل واقع ہے
بلکہ مراد آپ کی وہی اشخاص ہیں جن کے نام ذکر کئے گئے اور بروقت ظہور پیشینگوئی
کے بھی اُنہیں کا حال ظاہر ہوا - خلافت عثمانیہ اگرچہ عالم مثال میں برنگ قمیص نظر
آئی مگر عثمان رضہ وہی عثمان ہیں نہ کوئی اور مثیل اُنکا - نہایت ہی افسوس ہے کہ
مجدد وقت ازالہ اوہام میں جس کو ازادہ اوہام کہنا مناسب ہے لکھتے ہیں کہ جب

چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر ایسی ہوا ہے کہ اُس میں انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو حضرت عیسیٰؑ کیونکر اُٹھائے گئے اور اُتارے جائیں گے۔ متعجب ہوں کہ وہ قادر قوی جس نے نصوص میں اپنی قدرت شاملہ سے خبر دی ہے اور کتنے ہی امور کا وقوع جن سے ہماری عقل ناقص کی رسائی ناممکن ہے بیان فرمائی آیا وہ بھی دفع ایذاء ہوائی پر قدرت نہیں رکھتا۔ اصحاب کہف کو کس طرح پر تین سو ۳۰۹ سال تک سلایا اور قیامت تک اُسی طرح رہیں گے۔ بائبل کو ملاحظہ فرمائیے نوح علیہ السلام کی کشتی ستر ہزار ۷۰۰۰۰ فٹ کی بلندی سے بھی زیادہ اُونچائی پر تھی جس میں انواع حیوانات موجود تھے وہ سب کے سب کسطرح زندہ رہے۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۲۷ سے ۷۲۵ تک یہ بیان فرمایا ہے کہ اعداد آیت انا علی ذہاب بہ لقادرون کے ۱۲۷۴ ہوتے ہیں اور یہی زمانہ فی الحقیقت ضعف اسلام اور خروج دجال کا بھی ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے جب وہ زمانہ آئیگا تو قرآن زمین پر سے اُٹھایا جائے گا چنانچہ اس زمانہ سے قرآن اُٹھایا گیا اب میں اُن حدیثوں کے مطابق جن میں لکھا ہے کہ ایک مرد فارسی الاصل دوبارہ قرآن کو زمین پہ لانے والا ہو گا میں قرآن کو لے آیا ہوں۔ آپ بجا فرماتے ہیں مگر پہلے یہ تو فرمائیے کہ آیات کو آپ مُبیّنِ مراد باعداد جفری ٹھیراتے ہیں یا بہ وضع لغت عربیہ۔ ظاہر ہے کہ انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون، دال ہے اسپر کہ دلالت وضعیہ معتبر ہے بیان مراد شارع میں نہ اعداد جفری۔ ہر ایک شخص ادنیٰ تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ مثلاً آیۃ ظہر الفساد فی البر والبحر دلالت ظہور فساد پر جنگل اور دریا میں بحسب اعداد اس آیۃ کے نہیں کرتی کیونکہ اعداد اس کے مطابق حساب جمل ۱۸۴۶ ہیں۔ تو چاہیئے کہ قبل از ۱۸۴۶ اسکے ظہور فساد نہ ہوا ہو۔ ایسا ہی اقیموا الصلوۃ من حیث الاعداد فرضیت نماز پر دلالت نہیں کرتی بایں معنی کہ فرضیت نماز کی ۹۰۷ سال میں جو عدد ہیں اس آیۃ کے وقوع میں آئے اور قبل اس کے نماز فرض نہ ہو۔ علاوہ اس کے اعداد کی تمیز میں بھی کوئی برسوں کا ہونا ضروری نہیں یعنی اس پر کوئی

دلیل نہیں کہ ۱۲۷۴ سال ہی ہوں نہ کوئی اور چیز۔ ایسا ہی تقرر تاریخ ہجری کا
منصوصی نہیں۔ اور جس آیتہ کو مرزا صاحب نے ذکر فرمایا ہے یعنی وانا علی
ذہاب بہ لقادرون ۔ معنیٰ اس کا ماقبل اور مابعد کے ملاحظہ سے بخوبی ناظرین پر ظاہر
ہوجائیگا ۔ وانزلنا من السماء ماءا بقدر فاسکناہ فی الارض وانا علی
ذہاب بہ لقادرون فانشأنا لکم بہ جنات من نخیل واعناب لکم
فیہا فواکہ کثیرۃ ومنہا تأکلون ۔ ترجمہ ہم نے آسمان سے پانی موافق اندازہ
کے اُتارا اور ہم اُس کے دور کر دینے پر قادر ہیں ۔ پھر ہم نے پانی سے تمہارے لئے
کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے ۔ اُن باغوں میں بہت میوے ہیں جنکو
تم کھاتے ہو ۔ قرآن مجید کا تو آئیت میں ذکر ہی نہیں پانی مذکور ہے جس کی طرف
دونوں ضمیریں راجع ہیں ۔ بطونی طور پر اگر مراد ماء سے قران کریم بھی لیا جاوے
تو پھر بھی اُٹھایا جانا اُس کا آسمان کیطرف سنہ ۱۲۷۴ ہجری میں جب ثابت ہوگا کہ تمیز
اعداد کی بالخصوص سال ہی لیوینگے اور لقادرون سے جس کا معنی فقط قدرت رکھنی
کا ہے معنی یہ لیویں کہ سنہ مذکورہ میں بالفعل متحقق کرنیوالے ہیں ۔ یہ دونو
امر بلا دلیل تسلیم نہیں کئے جاتے ۔ بالفرض اگر اٹھایا جانا قران کریم کا آیت مذکورہ
سے مانا جاوے تو پھر دوبارہ لانا اُس کا زمین پر کسی آیتہ سے ثابت نہیں ہوسکتا
مرزا صاحب کو الزامی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کا اٹھایا جانا آسمان کیطرف مسیح ؑ
کیطرح قرآن سے ثابت ہوگیا ۔ بعد اُس کے اُترنا اُس کا دنیا میں فقط حدیث سے
بسبب نہ قطعی ہونے اُس کے ثابت نہیں ہوسکتا ۔ جب احادیث متواترہ
نے بقول آپ کے کام نہ دیا تو ایک حدیث کس طرح آسمان پر چڑھے ہوئے
قرآن کو اُتار سکتی ہے ۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حدیث بھی کسی طرح آپکی مدعی پر شاہد نہیں
ہوسکتی کیونکہ حدیث لو کان الایمان معلقا عند الثریا لنالہ رجل من
فارس ۔ آنحضرت صلعم نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ
رکھ کر فرمائی تھی ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو میرے اصحاب

میں سے ایک شخص ایسا موجود ہے کہ اُس کی طلب وہانتک کرتا تو وہ شخص سلمان فارسی رضؓ ہیں جنکی سوانح عمری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیشک وہ ایسے ہی شخص تھے جنہوں سنے ابتداءِ جوانی سے پیری تک دین حق کی تلاش میں عمر عزیز کو صرف کیا آخرالامر بعد مشرف باسلام ہونے اُن کے آپنےؐ فرمایا اسلام اور دین حق کو اللہ تعالیٰ سنے دنیا میں بھیجدیا اگر آسمان پر بھی ہوتا تو یہ مرد فارسی الاصل کی تلاش ایسی ہے کہ ضرور کامیاب ہوتا۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں ہی قرآن کریم کا اُٹھایا جانا آسمان کیطرف فرماتے ہیں حالانکہ حجج الکرامہ کی صفحہ ۴۴۳ پر یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کرینگے۔ اور چالیس سال تک قیام کرینگے کتاب اللہ اور میری سنت پر عمل کرینگے پھر موت پائیں گے مسلماں حضرت عیسیٰ کی جگہ ایک شخص کو قبیلہ بنی تمیم سے جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ بنائیں گے جب وہ بھی مرجائیگا تو اُس کی وفات کے بعد بیس سال پورے نہ ہوئے ہوں گے کہ لوگوں کے سینہ میں سے قرآن اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابوالشیخ عن ابی ہریرۃ مرفوعا۔ اس حدیث سی بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

احادیث خروج دجال

عن المغيرة بن شعبة قال ما سأل احد رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الدجال اكثر مما سألته وانه قال لي ما يضرك - قلت انهم يقولون ان معه جبل خبز ونهر ماء قال هو اهون على الله من ذلك بخاری۔ مسلم۔ ترجمہ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ کسی نے دجال کے بارہ میں مجھ سے بڑھ کر آنحضرت صلعم سے سوال نہیں کیا اور آپنے مجھکو فرمایا تجھکو ضرر نہ دیگا۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں اُس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا آپنےؐ وہ خدا کے ہاں حقیر تر ہے اِس سے۔ یعنی وہ خدا کے ہاں اتنی رفعت اور منزلت نہیں رکھتا جو اُس کے پاس فی الواقع روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر موجود ہو بلکہ

دجال

یہ چیزیں محض خیال ناظرین میں دکھلائی دینگی۔ اس میں امتحان اور ابتلا ہوگا۔ مومن
اپنے ایمان پر ثابت رہیگا اور کافر لغزش کھائیگا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ اُس کے
پاس یہ چیزیں نہ ہوں گی۔ ملا علی قاری۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر دجال
کا چرچہ صحابہ میں بہت تھا جیسا کہ انہیں قولوں سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا دجال کا ایک
شخص معین ہونا نہ یہ کہ کسی جماعت کا نام ہو ورنہ آپؐ باوجود کثرت سوال مغیرہؓ کے
جس سے مقصود اُس کا غایت توضیح ہے اس امر کی تشریح سے اعراض نہ فرماتے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان عمر بن الخطاب انطلق مع رسول اللہ صلعم الخ

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم جماعت صحابہ کرام کے ساتھ جس میں عمر بن
الخطاب بھی تھے ابن صیاد کیطرف تشریف لے گئے وہ اُس وقت بنی مغالۃ کے
محلوں کے پاس لڑکوں میں کھیل رہا تھا اور اُن ایام میں بلوغت کے قریب تھا۔
اُس کھیل کیحالت میں آپؐ کے تشریف لیجانے سے غافل تھا آنحضرت صلعم نے
اپنا ہاتھ مبارک اُس کی پیٹھ پر مارا اور فرمایا کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ
میں خدا کا رسول ہوں اُس نے دیکھ کر کہا میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ
امیین کے رسول ہیں (یعنی عرب کے) پھر ابن صیاد نے کہا کیا تم شہادت میری رسالت
پر دیتے ہو پھر آپنے اُس سے قطع کلام کیا اور فرمایا امنت باللہ و برسولہ۔ پھر ابن صیاد
سے پوچھا کیا معلوم ہوتا ہے تجھکو اُس نے کہا مجھکو خبر دینے والا کبھی سچ بولتا ہے اور
کبھی جھوٹ آپنے فرمایا تجھ پر سچ اور جھوٹ مل گیا ہے۔ فرمایا آپنے میں نے تم سے کچھ چیز
پوشیدہ کر رکھی ہے۔ آپنے یہ آیۃ چھپا رکھی تھی یوم تأتی السماء بدخان
مبین۔ اُس نے کہا دُخ ہے آپنے فرمایا اِخسأ۔ دور ہو تو (یہ کلمہ عرب زجر اور کسیکو
ڈانٹنے کے وقت بولتے ہیں) ہرگز نہ بڑھے گا تو اپنے قدر سے۔ عمر رضہ نے عرض کی
کہ یا رسول اللہ آپ مجھکو اذن اس کی گردن مارنے کا فرماتے ہیں آپنے فرمایا یہ لڑکا
اگر وہ ہے تو تو اُس پر مسلط نہیں ہوسکتا اور اگر وہ نہیں تو اُس کے قتل میں تجھکو کچھ
فائدہ نہیں۔ راوی حدیث کا ابن عمر کہتا ہے بعد اس کے تشریف لے گئے آنحضرتؐ

اور ابیّ بن کعب انصاری باغ خرما میں جس میں ابن صیاد تھا آپ خرما کے درخت کے پیچھے چھپتے تھے اور چاہتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں قبل اس کے کہ وہ آپکو دیکھے - اور وہ اپنے بستر پر کپڑے میں لیٹا ہوا تھا اور خفی سی آواز کر رہا تھا - ابن صیاد کی والدہ نے آپکو خرما کے درخت کے پیچھے چھپے ہوئے دیکھ لیا اور ابن صیاد کو کہا کہ اے صاف (یہ نام اُس کا تھا) یہ محمدؐ ہیں پھر رُک گیا ابن صیاد - یعنی اپنے گُن گناہٹ سے آپنے فرمایا کاشکے اگر چھوڑ دیتی تو اُس کو تا کہ کچھ بیان کرتا - عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم لوگوں میں کھڑے ہو کر باریتعالیٰ کی ثنا کہی پھر ذکر کیا دجال کو اور فرمایا سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو خوف دلایا ولکن میں تم کو اُس کے بارہ میں ایسی بات کہونگا جو کسی نبی نے نہیں کی - جان لو کہ وہ دجال کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے - بخاری مسلم - جاننا چاہئے کہ پہلے آنحضرت صلعم نے بعض علامات دجال کے جنکا آپکو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں - جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپنے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس برس تک اولاد نہ ہوگی بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا - کم منفعت - اُسکی آنکھیں سویا کرینگی اور دل جگتا ہوگا - اُس کا باپ قد کا لمبا - خشک گوشت ہوگا - چونچ جیسی اُس کی ناک ہوگی - اُس کی والدہ موٹی چوڑی لمبی ہوگی - رواہ فی شرح السنۃ - ابو بکرہ صحابی کہتے ہیں ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے میں اور زبیر بن العوام ملکر گئے - سب علامات اُس میں اور اُسکی والدہ میں ویسے ہی پائیں جسطرح آپنے فرمائی تھیں یہ حلیۂ دجال جس سے آپنے پہلے خبر دی تھی - جب صحابہ نے ابن صیاد پر معہ والدین اُس کے منطبق پایا تو یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اس لئے عمر رضہ نے اُس کے قتل کرنیکی اجازت مانگی - مگر آپ نے نہ دی اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ و انما صاحبہ عیسی بن مریم والا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلا

من اھل العھد - یعنی اگر یہ دجال ہے جب تو تُو اُس کا قاتل نہیں بغیر عیسی ابن مریم کے قاتل اس کا اور کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تم کو سزاوار نہیں - اس حدیث سے ایک تو دجال کا شخص معین ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کا تشریف لیجانا ابن صیاد کی طرف یہ دلیل ہے دجال کے شخص معین ہونے کی اگر دجال عبارت قوم دغاباز وغیرہ سے ہوتا... جیساکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو آپ ابن صیاد کی طرف بخیال اس کے کہ شاید دجال ہو کیوں جاتے - دوسرا یہ بھی ظاہر ہوا کہ دجال کا قاتل بغیر عیسیٰ ابن مریم کے اور کوئی نہیں - مرزا صاحب ابن صیاد کو دجال معہود ٹھہرا کر مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا میں مار کر مدفون سمجھ رہے ہیں جیساکہ ازالہ میں اسی امر کو حضرت عمر رضہ کے حلفی بیان سے اور ابن عمر کے اس قول سے کہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد ثابت کیا ہے - نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں کیونکہ اُس کو دجال شخصی کا قاتل ہونا چاہئے - اور دجال باعتقاد مرزا صاحب تیرہ[۱۳] سو سال پہلے آپ یعنی مرزا صاحب سے فوت ہو چکا ہے تیسرا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مراد قتل دجال سے یہی معنی ظاہری قتل کا ہے یعنی ظاہری سبب سے مار دینا نہ دلائل کے ذریعہ سے مغلوب کر دینا شاہد اس کا اذن طلبی ہے عمر رضہ کی ابن صیاد کے قتل کے بارہ میں اور آپکا بیان کہ قاتل اُس کا عیسی ابن مریم ہوگا تو اس کو قتل نہیں کر سکتا - اگر قتل سے مراد مزعوم مرزا صاحب ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ اے عمر دجال کو تو دلائل اور بینات سے ساکت کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُس کو جان سے مارا جائے -

ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ بیان حلفی عمر رضہ کا ابن صیاد کے دجال ہونے میں اور ایسا ہی عبد اللہ بن عمر کا مقولہ کہ ما اشک الخ یعنی میں شک نہیں کرتا ہوں ابن صیاد کے دجال ہونے میں یہ دونوں اُسی بنا پر تھے جو اوپر بیان کی گئی یعنی منطبق ہونا علامات مبینہ کا ابن صیاد پر - بعد ازاں جب اُن کو اور

علامات بھی بہ تعلیم ربانی بتلائے گئے مثلاً اس کا زمین مشرق وارض خراسان
سے نکلنا مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً میں داخل نہ ہو سکنا ۔ ک ف ر پیشانی
پر لکھا ہوا ہونا اور مقتول ہونا اُس کا مسیح ابن مریم کے ہاتھ سے تو عمر رضؓ اُس
پہلے عقیدہ سے باز آ گئے ۔ مرزا صاحب ازالہ میں بیان حلفی عمر رضؓ سے جسکی
بنا اُن کے زعم پر بھی استدلال ابن صیادہی کے دجال ہونے پر پکڑتے
ہیں تعجب ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاک فرمان کا یعنی وانما صاحبہ عیسی بن مریم کا
کچھ خیال نہیں فرماتے ۔ ابن صیادہی کے دجال ہونے پر زور لگانا مرزا صاحب کا
اسی لئے ہے کہ کوئی یہ سوال نہ کرے کہ قبل از ظہور مسیح بن مریم دجال کا وجود چاہی
بتاویں وہ کہاں ہے ۔ مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ آنحضرت صلعم کیا فرماتے ہیں اور مرزا عومی
قول عمر رضؓ کو جس سے عمر رضؓ بھی بعد استماع قول آنحضرت صلعم کے باز آ گئے تھے محکم
پکڑ لینا اور بحکم وانما صاحبہ عیسی بن مریم کے مرے ہوئے دجال کو زندہ ماننا اور پھر
اس کے لئے اُن امور کا جائز رکھنا جو عیسی بن مریم کے لئے ناجائز قرار دئے گئے تھے
یعنی اتنی مدت تک زندہ رہنا باوجود عدم تغیرات جسمانیہ کے یا اپنے مسیح موعود ہونے
سے ہاتھ دھونا یہ اتنے بڑے مفاسد کس کو اُٹھانے پڑے ۔ عمر رضؓ کا ابن صیادہی
کے دجال ہونے سے بعد بیان آنحضرت صلعم کے باز آنا اس حدیث سے بھی ثابت
ہے جو ابن عباس سے مروی ہے قال خطب عمر بن الخطاب وکان من خطبتہ
وانہ سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم وبالدجال وبالشفاعۃ
وبعذاب القبر الخ حضرت عمر رضؓ کا خطبہ میں یہ فرمانا کہ تمہارے پیچھے پیدا ہوگا ایک
گروہ جو رجم اور دجال اور شفاعت اور عذاب قبر کا منکر ہوگا ۔ عہد خلافت اپنی میں
اور احادیث دجال کی صحت میں تاکید فرمانی دلیل ہے ابن صیاد کے دجال نہ ہونے
اخرجہ احمد یہ بھی ایک پیشین گوئی ہے عمر رضؓ سے درباره پیدا ہونے معتزلہ اور نیچریہ
اور مرزائیہ کے ۔ عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں حضرت عمر جس شے کی نسبت کہتے کہ میں
اُسے ایسا خیال کرتا ہوں وہ ویسی ہی نکلتی ۔ قیس بن طارق کہتا ہے کہ ہم آپسیں

باتیں کیا کرتے کہ عمر کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے ۔ ابن صیاد نے خود بھی ابوسعید خدری
کو مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفا کے راستہ میں انہیں دلائل اور علامات سے مغلوب کیا تھا ۔
یعنی ابوسعید خدری رضہ کو کہا میں بڑا متعجب ہوں لوگوں سے جو مجھے دجال سمجھ رہے ہیں
کیا تم نے نہیں سنا رسول خدا صلعم سے کہ دجال لا ولد ہوگا اور میری اولاد ہے ۔
اور دجال کافر ہوگا اور میں مسلم ہوں ۔ اور دجال مکہ مدینہ میں داخل نہ ہوسکیگا ۔
اور میں اب مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں ۔ بعد اس کے ابوسعید خدری فرماتے
ہیں کہ مجھ سے کہنے لگا قسمیہ کہتا ہوں کچھ شک نہیں اس میں کہ میں جانتا ہوں سولد یعنی
محل پیدائیش اُس کی کو اور مکان اس کے کو اور کہاں ہے وہ یعنی فلانی جگہ اور اس کے
ماں باپ کو بھی جانتا ہوں ابوسعید خدری فرماتے ہیں مجھکو اُس نے اشتباہ میں ڈالدیا
مسلم ۔ اور ایسا ہی جابر بن عبد اللہ رضہ کو جب محمد بن منکدر نے کہا کہ تم حلفاً ابن صیاد
کو دجال کیوں کہتے ہو تو جابر بن عبد اللہ نے بجواب اُس کے کہا میں نے سنا ہے عمر رضہ
کو حلف اُٹھاتا آنحضرت صلعم کے پاس اور آپنے حلف سے اُسے روکا نہیں ۔ بخاری
مسلم ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جابر کا حلفی طور پر ابن صیاد کو دجال کہنا
کی بنا حضرت عمر رضہ کی حلف پر تھے اور اُن کے حلف اپنے زعم پر کیونکہ قبل از سننے
سب علامات کے اُن کو بباعث انطباق اکثر علامات کے ابن صیاد پر پختہ یقین تھا
اور آپ کا عمر رضہ کو نہ روکنا حلف سے اس لئے ہوا کہ اُنہوں نے اپنے غالب ظن کے
مطابق حلف اُٹھائی تھی ۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ باقی علامات میں سے اکثر
کا وجود ابن صیاد میں بروقت دعوئی الوہیت کے محتمل تھا یعنی آپؐ اور صحابہؓ کو یہ احتمال
بھی ہوا کہ شاید مثلاً ک ف ر کا پیشانی پر ظاہر ہونا یا اُس کے پاس روٹیوں کا
پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا وغیرہ وغیرہ اُس وقت ہوں گے جب اُس نے دعوئے
خدائی کا کیا ۔ یہ احتمال اُس کے مرنے تک چونکہ باقی تھا لہذا آپ صلعم اور صحابہ
کرام بھی اُس کے بارہ میں متردد رہے ۔ الحاصل ابن صیاد میں اور اُس کے ماں
باپ میں چونکہ وجود اکثر علامات کا مشاہدہ کیا گیا ۔ اور جو موجود نہیں تھے اونکا

وجود بھی اُس کی حین حیات تک محتمل رہا لہذا اُس کے بارہ میں متردد رہے قطع احتمال جب ہوا کہ وہ مرگیا۔ ناظرین یہی ہے وجہ تردد کی ابن صیاد کے بارہ میں۔ ازالہ اوہام کو اس مقام پر دیکھنے سے ہرگز دہوکہا نہ کھانا اور احادیث صحیحہ کو اپنی نافہمی کے باعث سے غلط نہ کہنا۔ مرزا صاحب کو تو اپنا مطلب زیر نظر ہے۔ تمکو آیات اور احادیث کے اُلٹ پلٹ کرنے سے بجز از نقصان کونسے فائدے کی اُمید ہے۔ اور یہ بھی آپ معلوم کر چکے ہوں گے کہ دجال کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا اور مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ علامات یہ سب از قبیل تخییل اور امتحان خداوندی ہوں گے۔ نہ یہ کہ فی الواقع اور بغیر ابتلا، دجال موصوف بصفات مذکورہ ہوناکہ شریک حق جل شانہ کا سمجہا جاوے۔ یہ امور محض امتحانا بدبختوں کے خیال میں ایسے نظر آئیں گے۔ مرزا صاحب نے اُن کو واقعی سمجھ کر احادیث دجال کے معتقدین کو مشرک ٹہیرایا اور اُردو خوانوں کم علموں کو ایسا دہوکہ دیا کہ آیات اور احادیث صحیحہ کے منکر ہوگئے کسی میں تحریف اور کسی کی تغلیط۔ وہ خواب جس کی تعبیر مرزا صاحب نے مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم سے نیند کی حالت میں استفسار فرمائی تھی (یعنی میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے جب دائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں مخالف اُس سے قتل ہوجاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں ہزاروں دشمن اُس سے مارے جاتے ہیں۔ شاید اُس کی تعبیر یہ نہ ہو کہ تلوار آپ کے ہاتہہ میں مراد اُس سے قوت دراکہ جو تیز ہے جیسی تلوار کی دہار تیز ہوتی ہے۔ دائیں جانب آیات قرآنیہ اور بائیں جانب احادیث صحیحہ۔ قوت دراکہ کی تیغ جب آیات کیطرف چلتی ہے ہزاروں مضمون جو مراد شارع تھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف چلتی ہے تو ہزاروں مضامین احادیث نبویہ علیٰ صاحبہ الصلوۃ والسلام مارے جاتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مرزا صاحب بمقابلہ آیات اور احادیث صحیحہ کے جن سے آپکا مسیح موعود نہ ہونا واضح ہوچکا ہے لامہدی الا عیسی کو لاتے ہیں جس کی نقادان حدیث نے تضعیف کی ہے مثل محقق ابن جزری وغیرہم۔ ایام الصلح کے صفحہ ۱۱۸ پر

کتاب اقتباس الانوار کا حوالہ دیکر بروز فرماتے ہیں جو عبارت ہے تصرف کرنے
سے روح کسی کامل کی صاحب ریاضت اور مجاہدہ پر - اور نزول مسیح عبارت اسی
بروز سے ہے مطابق حدیث لامہدی الاعیسی بن مریم کی یعنی روح عیسوی مہدی
آخرالزمان میں جو میں ہوں متصرف ہوگی انتہی بغرضہ - میں کہتا ہوں آپ مصنف
کتاب مذکور جو شیخ محمد اکرم صابری ہیں اُسی صفحہ میں اس طور پر موصوف کرتے ہیں
کہ از اکابر صوفیہ متاخرین بودہ میفرماید - اگر فی الواقع آپ کے اعتقاد میں حضرت موصوف
ایسے ہی ہیں تو اقتباس الانوار کے اُسی صفحہ یعنی ۵۲ پر تیسری سطر میں ملاحظہ فرمالے
کہ حضرت شیخ محمد اکرم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نقل اس قول کے بایں لفظ فرماتے
ہیں - وایں مقدمہ بغایت ضعیف است - اور صفحہ ۴۳ اسی کتاب کے اوپر سطر
دسویں میں فرماتے ہیں وایں ردّ است مر قول کسی را کہ میگوید مہدی ہمیں عیسیٰ
علیہ السلام است وتمسک می کند بایں حدیث کہ لامہدی الاعیسیٰ بن مریم وجواب
ایں حدیث حمل است بر حذف لامہدی بعد المہدی المشہور الذی ہو من اولاد محمد
وعلی علیہما السلام الاعیسیٰ علیہ السلام انتہی - اور نیز قصیدہ نعمت اللہ ولی کو جس کا نام
آپنے نشان آسمانی رکھا ہے مہدی وقت اور عیسیٰ کے ایک ہی شخص ہونے کی دلیل
بنایا ہے - مزید براں موجب تعجب یہ ہے کہ - مہدی وقت و عیسیٰ دوراں - ہر دورا
شہسوار می بینم - واو جو مہدی وقت اور عیسیٰ کے درمیان ہے - اُس کو واو
تفسیر ٹھیرایا - اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ دوسرے مصرع میں لفظ ہر دورا جو واقع
ہوا ہے وہ کیا کہہ رہا ہے - لامہدی الاعیسیٰ کو اگر صحیح بھی مانا جاوے تو بھی مرزا
صاحب کو مفید نہیں کیونکہ جب ارادہ مثیل کا ابن مریم سے بشہادت آیات قرآنیہ
ممتنع ہوا تو پھر وہی عیسیٰ بن مریم جو نبی وقت تہا مہدی بنا مرزا صاحب کو کیا فائدہ
احادیث نزول اور ظہور دجال اور مہدی متواترۃ المعنیٰ ہیں مسلمانوں کو ایمان رکہنا
ان کے ساتھہ ضروری ہے - ہرگز ہرگز کسی کے دہوکہ میں نہ آنا چاہئے - فاللہ
خیر حافظا وہوارحم الراحمین - اور دلیل اُن کی مسیح موعود نہ ہونے پر الہامی کلام

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی ہے۔ (۲۲) تب اگر کوئی تمہیں کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے
یا وہاں تو یقین مت لاؤ (۲۳) کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے اور بڑے
نشان اور کرامتیں دکھائیں گے یہانتک کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔
(۲۴) دیکھو میں پہلے سے ہی کہہ چکا ہوں۔ (۲۵) پس اگر وے تمہیں کہیں دیکھو وہ
جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھری میں ہے تو باور مت کرو۔ (۲۶) کیونکہ
جیسے بجلی پورب سے کوندھتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا
اسمیں مرزا صاحب کا جواب کہ جھوٹے مسیح پادری لوگ ہیں۔ نہایت ہی سست اور نکما
ہے کیونکہ جھوٹا مسیح وہ ہے جو مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرے۔ اور علامات لازمہ
موجود نہوں خواہ پادری ہو یا مسلمان۔ ناظرین کو بخوبی واضح ہو چکا ہوگا کہ سب احادیث
متواترہ اسی مسیح ابن مریم کے آنے سے خبر دے رہی ہیں جو نبی وقت تھا اور اس کی
زمانہ نزول کے علامات متذکرہ بالا ابھی موجود نہیں۔ مرزا صاحب ازالہ میں لکھتے
ہیں کہ مسلمان کم از کم میرے قول کو حسن ظن کی طریق پر ہی مان لیتے۔ جناب ہم کو مان
لینے میں کوئی عذر نہ تھا اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول اور اجماع امت برخلاف
آپ کے شہادت نہ دیتی۔ آپ سنانے کا انتظار نہ کیجئے۔ تفسیر تحریف آیات و احادیث
بارگاہ الٰہی سے معاف کرانیکا فکر فرماویں۔ ابھی وقت ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ میں سچ کہتا ہوں آپنے معتقدوں کے لئے ایسا راستہ بتایا ہے
اور اصول قائم کئے ہیں کہ ضرور ہی وجود حشر اور وغیرہ مواعید ربانیہ کے منکر ہو جاویں گے
ازالہ میں آپ یہ قول اپنے معتقدین کے بارہ میں لکھ کر (کہ قریب تر بامن اور نزدیک
تر بسعادت کون لوگ ہیں۔ کیا وہ لوگ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا
ہے یا وہ لوگ جو منکر ہو گئے) انکو خوش تو فرمایا ہی مگر آپنے ان کے لئے یہ خیر و برکت تجویز کردی
ہے کہ قبل از وقوع شے اس کے ساتھ ایمان نہ رکھنا گو کہ مخبر صادق صلعم نے جن کے
ہزاروں نظائر پیشین گوئیوں کے بعینہ اسی طرح ظہور میں آئے بشہادت حلفی بیان فرماویں۔
بناءً علیہ عذاب قبر و سوال منکر نکیر و حشر وغیرہ امور واجبۃ الایمان میں انکو مذبذب کردیں گے

انوار وبرکات سی افادہ بخشا ہی۔ رسولوں علیہم السلام کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تہا۔ ازالہ صفحہ ۶۹۰ ۔ یہ دخل شیطانی کلمہ کا کبھی انبیا اور رسولوں کو وحی میں بھی ہو جاتا ہی۔ ازالہ ۶۲۸ ۔ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت صلعم پر ابن مریم۔ دجال۔ یاجوج ماجوج۔ دابۃ الارض۔ دجال کے گدہے کی حقیقت کاملہ اور اصلی معلوم نہ ہوئی ہو۔ ازالہ صفحہ ۶۹۱ ۔ میں کہتا ہوں انبیاء علیہم السلام کو دہوکہا لگ جاتا ہے العیاذ باللہ مگر آپکا الہام بالکل محفوظ اور قطعی ہے۔ جنکو غیب کے مطلع کرنے پر اتنا اہتمام کیا جائے فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا۔ یعنی کلام ربانی چوکیوں پہروں سی بحفظ تمام انہیں تک پہونچائی جاوے انکا مکاشفہ ناقص اور پر اشتباہ اور جن کے یہ نشان نہیں انکا مکاشفہ کامل اور واضح تر۔ آپ ازالہ کے صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں چوتھی یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اُس سختی اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں کے حصہ میں ہوتا ہے جن کے حصہ میں بجز تکذیب اور انکار کے اور کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا بندہ ترجمہ ہے عبدہ ورسولہ کا۔ ہم بصدق دل پڑہتے ہیں آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ۔ اور آنحضرت صلعم کو چونکہ خاتم النبیین جانتے ہیں لہذا آپکو عبدہ ورسولہ موصوف بہ مجموع ہر دو صفت نہیں مانتے۔

ازالہ کی صفحہ ۱۵۵ میں آپ فرماتے ہیں۔ اور میرے دعویٰ کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہی کہ اب وہ آسمان سی اُتر ہی آوے تا میں ملزم ٹہیر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب ملکر دعا کریں کہ مسیح بن مریم جلد آسمان سی اُترتے دکہائی دیں۔ اگر کوئی کہے کہ اہل حق کی دعا اہل باطل کے مقابل پر قبول ہونی ضروری نہیں ورنہ لازم آتا ہی کہ ہندوؤں کے مقابل مسلمانوں کی دعا قیامت کی بارہ میں قبول ہو کر ابہی قیامت آجائے۔ اِسکا جواب یہ ہی کہ یہ مقرر ہو چکا ہی کہ قیامت سات ہزار برس گذرنے سی پہلے واقع نہیں ہو سکتی اور ضروری ہی کہ خدا اُسی روکے رہی جب تک وہ ساری علامتیں کامل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں جو حدیثوں میں لکھی گئی ہیں لیکن مسیح کی ظہور کا وقت تو یہی ہے اور وہ تمام علامتیں بہی پیدا

ہوگئیں جنکا مسیح کیوقت پیدا ہونا ضروری تہا - ازالہ ص۴۶۳ - ناظرین پر واضح ہو کہ یہ قول مرزا صاحب کا کہ مسیح کو بذریعہ دعا جلد آسمان سے اُتار لو اگر سچے ہو - اُسی قبیل سے ہے جو منکرین قیامت کہتے تھے کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب متحقق ہوگا - ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین - ہم کہتے ہیں کہ اِس کا علم بجز خدا جل شانہ کے اور کسیکو نہیں - منکرین جب معاینہ کرینگے اُن کے منہ بری ہو جائیں گے اور اُن کو کہا جائیگا - یہ ہے وہ جس کو تم مانگتے تھے - قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا وقیل ھذا الذی کنتم بہ تدعون - اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ نزول مسیح کا وجود قیامت پر قیاس نہ کیا جائے کیونکہ مسیح موعود آچکا اور علامات بہی موجود ہو چکے ہیں میں کہتا ہوں ناظرین کو ما قبل سے واضح ہو گیا ہے کہ علامات مبینہ فی الاحادیث ظہور میں نہیں آئے اور مسیح بن مریم جو نبی وقت ہوا ہے اور جس کا وعدہ نزول کا احادیث میں مذکور ہے وہ کہاں آیا - مثیل کا مراد لینا احادیث سے پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ ہرگز نہیں ہو سکتا - اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی میں کہتا ہوں یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپنے لگادی یہ منافی ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو کے اور اُن احادیث کی جنہیں آنحضرت صلعم نے لاعلمی بیان فرمائی اور اُس حدیث معراج کی جسمیں عیسیٰ علیہ السلام نے ذکر معاہدہ رب کا کیا - بخاری میں عمر رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم میں کھڑے ہو کر ذکر ابتداء پیدائش سے لیکر انتہا تک فرمایا حتی کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کردیا - بایں مکاشفہ آپ قیامت کے بارہ میں اسطرح مامور ہیں قل انما العلم عند اللہ اور بجواب سوال جبرائیل یوں فرماتے ہیں ما المسئول عنہا باعلم من السائل - کسی جگہ آپنے اس علم کا افادہ نہیں فرمایا کہ سات ہزار سال تک تو یقینی ہے بعد ازاں وقوع اس کا ہوگا مگر وقت معین معلوم نہیں - اردو خوانوں سادہ لوحوں کو کیا کیا دہوکے کیا کیا مضامین اُلٹ پلٹ کئے ہوئے سناتے ہیں اللہ حافظ ہو - اور حدیث الدنیا سبعۃ الاف

سنتہ دانا فی اخرہا الفاً بر تقدیر صحت کے مراد آں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے آج تک چھ ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اور ساتواں ہزار شروع ہے کہ ہم ساتویں ہزار میں ہوں۔ مولانا رفیع الدین دہلوی۔

اور استشہاد مرزا صاحب کا ساتھ حدیث اقول کما قال العبد الصالح الخ کے موقوف ہے اس امر کے اثبات پر کہ مابعد لفظ کما اور ماقبل اُس کا مشارک فی جمیع الاوصاف والاحکام ہوتے ہیں وونہ خرط القتاد یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ دیکھو آیۃ کما بدأنا اول خلق نعیدہ جو اسی حدیث میں مذکور ہے اعادہ اور بدء الخلق مغائر فی الکیفیت ہیں محض بسبب اشتراک دونوں کے حیز قدرت میں کلمہ کما کا اطلاق کیا گیا۔ ایسا ہی حدیث شریف میں بیان اشتراک فی وصف البراءۃ منظور ہے نہ فی جمیع الخصوصیات اور اجوبہ باقی استشہادات کے رسالۂ فارسی سے ملاحظہ کئے جائیں۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا وصل وسلم علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۵۵

تمت

یقول مصححہ الحافظ الغازی عفی عنہ حمداً لمن انعم علینا باظہار الحق فی معنی بل رفعہ اللہ الیہ علی وجہ ماجاء بہ احمد ونجانا من شبہات مزا صاحب قادیانی علی لسان العلامۃ الفاضل والولی الکامل معدن العلوم الظاہرۃ ومنبع الفیوض الباطنیۃ حاج الحرمین الشریفین السید الجیلانی سیدنا ومرشدنا پیر مہر شاہ ساکن گولڑا شریف افاض اللہ علینا من برکاتہم وصلوۃ وسلاما علی من قال ید اللہ علی الجماعۃ من شذ شذ فی النار۔ امابعد فقد تم بحمدہ تعالیٰ طبع الکتاب المستطاب المسمی بشمس الہدایۃ فی شہر رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۷ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الوف من الصلوۃ والاف من التحیۃ۔

کتبہ عبدالجبار | تمت بالخیر | عفی عنہ اللہ

فہرست اغلاط نامہ کتاب شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۸	اجماع	اجماعیہ
۷	۱۰	تعدد بہی نہوگا	تعدد واجب بھی نہوگا
۷	۱۳	ازلیت امکان چونکہ مستلزم ہی امکان ازلیت کو	ازلیت امکان عام چونکہ مستلزم ہی امکان عام ازلیت کو
۷	۱۹	فیمابین الدوات	فیمابین الذوات
۷	۱۹	بعد اشتراک فی الوجوب	بعد اشتراک فی الوجوب برتقدیر انتزاعیۃ صفات
۷	۲۰	اور بالغیرمین	اور بالغیرمین برتقادیر انضمامیت اونکے
۷		شروط ہی	مشروط ہے
۹	۱۸	دیکھو بل جاءہم بالحق	دیکھو ام یقولون بہ جنّۃ بل جاءہم بالحق
فائدہ جلیلہ صفحہ ۲	۱۲	ام یقولون افتراہ	ام یقولون بہ جنّۃ
۱۰	۲۲	حدیث شریف	دیکھو حدیث شریف مین
۱۱	۵	عنقریب بیان ہونگے	جو عنقریب بیان ہونگے
۱۳	۱۶	رفعہ اللہ کی ماصنوبیت سے	بل رفعہ اللہ الیہ کے قصر قلب سے جس سے ماصنوبیت اوسکی بہ نسبت
۱۶	۳	عزیزا حکیما	عزیزا حکیما۔ تفسیر تبصر الرحمن الشیخ علی
۲۵	۱۶	طریق اخری	طریق آخر
۲۲	۱	یہہ بھی خیال نہ رہے	یہہ بھی خیال رہے
۲۰	۱۸	واتنجوا	وابتہجوا
۲۱	۱۱	لاذبیابہ	لاذبہا بہ
سرورق	اول	المحققین	زبدۃ المحققین

اعلان

اکثر علمائے عظام نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقاید کی تردید میں بہت عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں بلکہ اور کئی ذریعوں سے بھی اپنے سچے دین محمدیہ کی حمایت کر کے مسلمانوں کو قادیانی صاحب کے مصنوعی الہاموں اور ڈھکوسلوں وغیرہ سے بچا کر مستفید فرمایا۔ مگر بخیال بندہ متعلقہ آیت کریمہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ و بعض ایسے اور مقامات کی پورے طور سے مفصل کسی صاحب نے تشریح نہیں فرمائی تھی جسکے لئے مینے اور میرے چند احباب نے عالیجناب مولینا و مرشدنا جناب سید حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب دام فیوضہم کی خدمت بابرکت میں اسپر کچھ لکھنے کیواسطے عرض کی چنانچہ مولینا صاحب موصوف نے نہائت مہربانی سے بہ نظر فائدہ اسلام اُسے قبول فرما کر فارسی اور اردو میں دو رسالے مطابق قرآن کریم و حدیث رسول مقبول تحریر فرمائے۔ فارسی کا نام ہدیۃ الرسول اور اردو کا نام شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح رکھا گیا۔ پس اہل انصاف و اسلامی ہمدردوں سے تو امید کیجاتی ہے کہ وہ ضرور انہیں ملاحظہ کرنیکے بعد اپنے سچے عقیدہ محمدیہ پر اپنی محبت و حمائت کو قائم رکھینگے۔ مگر خاصکر مرزا صاحب قادیانی کا راہ راست پر آنا بوجہ اُنکے اپنے عجوبہ الہامات کے مشکل معلوم ہوتا ہے وہ اب بیچارے اپنی ہٹ دھرمی سے بھی مجبور ہیں۔ خداوند کریم انپر رحم فرماوے۔

مرزا صاحب یا اونکا کوئی رفیق رسالہ ہذا کا جواب لکھنا چاہے تو بیشک لکھے مگر تہذیب اور قرآن کریم و حدیث شریف کی پابندی اُسپر ضروری اور لازم ہوگی۔ نیز ہم مباحثہ کیواسطے بھی مرزا صاحب سے بشرط کافی انتظام و اطمینان کے ہر طرح سے تیار ہیں۔ خط و کتابت بذریعہ میر احمد شاہ صاحب وکیل شہر راولپنڈی ہونی چاہیئے۔

خادم اسلام

مولوی محمد غازی عفی عنہ حال وارد لاہور

رسالہ ہذا بغرض فروخت دوکان حافظ محمد الدین تاجر کتب مالک کارخانہ مصطفائی پریس لاہور میں موجود ہے۔ اور فارسی رسالہ عنقریب طبع ہونا شروع ہوگا۔ مولوی محمد غازی